REGD No P. 67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

اخبار احمدیہ

ربوہ ۹ مارچ۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق الفضل مورخہ ۱۰/۳ میں شائع شدہ ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ:۔

"کل حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً اچھی رہی۔ اس وقت بھی طبیعت اچھی ہے"

احباب کرام خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل و کرم سے حضور انور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ربوہ ۹ مارچ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی صحت کے متعلق اطلاع مظہر ہے کہ طبیعت پہلے کی نسبت کچھ بہتر ہے۔ احباب صحت کاملہ عاجلہ کیلئے دعائیں فرمائیں۔

قادیان ۱۲ مارچ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔

ہندوستان پر اسلام کا اثر

تقریر مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی نائب انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس بموقعہ جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۶۲ء

ظہورِ اسلام

چھٹی صدی عیسوی میں جب اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں سے ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے روٹھ گئی تھی اور ظھر الفساد فی البر والبحر (خشکی و تری میں فساد برپا ہوگیا۔) کا نقشہ تھا جب صداقت کی روشنی معدوم تھی۔ کفر و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں ہر طرف چھاری تھیں۔ ایسے نازک وقت میں اسلام نے جلوہ گر ہو کر دنیا کو اپنے نور سے منور کیا اور خالق و مخلوق کے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑا۔ سچ کہا ایک عارف باللہ نے ؎

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپ کے دم سے اس کا تمام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے

اسلام ایک فلسفۂ زندگی اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ تعلق باللہ اور روحانیت کے ساتھ ساتھ اس میں تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل اور سیاست ملکی کے آداب بھی ہیں۔ چونکہ یہ ایک تبلیغی اور عالمگیر مذہب ہے اس لئے مسلمان اس نور اور فلسفۂ زندگی کو لے کر ایشیا، افریقہ اور یورپ کی طرف بڑھے اور اسی فلسفہ کے نام پر بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں۔ بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں عرب کی سرزمین میں اسلام قائم ہوچکا تھا۔ اور خلافتِ راشدہ میں اس نور کی شعاعیں اور کرنیں شام، عراق، مصر، افریقہ، ایران، آرمینیا، قبرص اور اسپین تک پھیل چکی تھیں اور قیصر و کسریٰ کا طلسم ٹوٹ چکا تھا گویا ظہورِ اسلام کے چند سالوں بعد ہی مسلمان ساری معلوم دنیا پر چھا گئے تھے اور انہوں نے ایک نئے نظام نئے تمدن اور نئی تہذیب کی بنیاد رکھی اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں نئے نئے علوم دنیا کو عطا کئے اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام کا اثر جس ملک میں پہنچا اس نے ان کی تہذیب عقائد، زبان اور لباس وغیرہ پر اثر ڈالا۔ اور دورِ حاضر کے علوم و فنون کے عروج کی داغ بیل چھٹی صدی عیسوی میں ہی پڑ چکی تھی جس کے بعد تدریجاً ترقی ہوتی رہی۔ چنانچہ

۱۔ مسٹر رابرٹ بریفالٹ Robert Briffault اپنی مشہور کتاب Making of Humanity (تعمیر انسانیت) میں اس امر پر بحث کرتے ہوئے کہ دنیا میں مختلف علوم کی بنیاد کس طرح پڑی اور کس طرح ان کی ترقی ہوئی۔ تحریر کرتے ہیں:۔

"یورپ کی تہذیب اور تمدن کا احیاء پندرھویں صدی میں نہیں بلکہ اس سے پہلے عربوں اور مسلمانوں کے زیر اثر ہوا۔ اٹلی نہیں بلکہ اسپین یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ تھا۔ یورپ اخلاقی اور تمدنی پستی اور بربریت کی گہرائیوں میں تدریجاً گرتے گرتے جہالت اور ذلت کی عمیق ترین تاریکیوں میں مبتلا تھا۔ جب اسلامی دنیا کے بڑے بڑے شہر بغداد، قاہرہ، طلیطلہ اور قرطبہ علوم تہذیب و تمدن کے ترقی پذیر مرکز تھے۔ انہی مرکزوں میں وہ زندگی کی روح پیدا ہوئی جس نے بعد میں انسانی ارتقاء کی ایک نئی شکل اختیار کی۔ اس وقت سے ہی جب اسلامی تہذیب کا اثر محسوس ہونا شروع ہوا دنیا میں ایک نئی زندگی کی رَو پیدا ہونا شروع ہوئی۔"

۲۔ سی آر۔ داس اپنی کتاب ہسٹوریکل رول آف اسلام Historical Role of Islam کے صفحہ ۱ پر رقمطراز ہیں:۔

"The creed of Islam made peace at home and the martial value of the saracens conferred the same blessing on the people inhabiting the vast territories from Samarkand to Spain"

کہ مسلمانوں نے اپنے وطن میں امن قائم کیا اور اپنی سپاہیانہ بہادری کا جوہر دکھا کر سمرقند سے اسپین تک کی اقوام کو وہی برکتیں عطا کیں جو اپنے لوگوں کو دیں۔

۳۔ مشہور عیسائی مصنف جرجی زیدان شبلی شمیل اپنی کتاب (عربی) "النشوء والارتقاء" کے صفحہ ۲۵۲ پر لکھتے ہیں:۔

"موسےٰ کی شریعت مادی اور عملی ہے مگر وہ نامکمل ہے عیسیٰ کی شریعت میں حکمت و نصیحت کی نظر و دنیا کی نسبت صرف روحانی عالم تک ہی محدود رہی۔ اس کے برعکس محمدؐ کی شریعتِ اسلامیہ وہ اجتماعی نظام ہے جو عملی، مادی، قانونی اور حقیقی ہے اور جب تک مسلمان اس پر عمل پیرا رہے ان کی دنیا سنور گئی اور وہ اس میں اپنے زمانہ میں دوسری قوموں پر سبقت لے گئے"

۴۔ راماکرشنا مشن کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب "دی کلچرل ہیریٹیج آف انڈیا" The cultural heritage of India کے صفحہ ۲۵۱ پر مرقوم ہے:۔

"No one can deny that the Islamic religion has contributed considerably to the progress of the world, its civilization, its knowledge and its culture, although even in this enlightened age the admission is made grudgingly and with some hesitation."

کہ کوئی شخص اس امر کا انکار نہیں کرسکتا کہ مذہب اسلام نے دنیا کی ترقی میں یعنی اس کی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں شاندار خدمت سرانجام دی ہے۔ اگرچہ اس روشنی کے زمانہ میں اس حقیقت کا اعتراف تذبذب و توقف اور ہچکچاہٹ سے کیا جاتا ہے۔

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

ضمنی طور پر اس اعتراض کا جواب دیا جانا ضروری ہے جو بسا اوقات بعض ناواقف لوگوں کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت اس کی عمدہ تعلیمات اور انتشارِ روحانیت کی وجہ سے ہوئی ہے نہ کہ تلوار کی مدد سے۔ چنانچہ اس بارہ میں غیر مسلم معززین کی آراء ہی پیش کرتا ہوں:۔

۱۔ آزادیٔ ہند کے علمبردار مہاتما گاندھی فرماتے ہیں:۔

(۱) اسلام جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ اسلام اپنے عروج کے زمانہ میں بھی تعصب اور غیر رواداری سے پاک رہا ہے۔ دنیا اس کے احترام پر آمادہ تھی

(باقی صفحہ ۲ پر)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے ماما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

جب مغرب برتار کی مستولی تھی تو شرق کے افق پر ایک روشن ستارہ طلوع ہوا۔ اور اس نے مصائب و آلام سے برباد شدہ دنیا کو آرام اور روشنی سے شاد کام کیا۔ ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ نیک نیتی سے اس کا مطالعہ کریں وہ بھی اسلام سے ایسی محبت کرینگے جس طرح کہ میں کرتا ہوں۔"

(سیاست لاہور ۹ رجون ۱۹۲۴ء)

نیز فرماتے ہیں:۔

(ب) "میں جوں جوں اس حیرت انگیز مذہب اسلام کا مطالعہ کرتا ہوں یہ حقیقت مجھ پر آشکار ہوتی جاتی ہے کہ اسلام کی شوکت تلوار پر مبنی نہیں بلکہ اس کے خلفاء اولین کی قوت برداشت۔ ان کی قربانی اور بزرگی پر منحصر ہے۔"

(پیسہ اخبار لاہور)

(ج) سیرۃ النبی کے مطالعے سے میرے اس عقیدہ میں مزید پختگی اور استحکام آگیا کہ اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات انسانیت میں رسوخ حاصل نہیں کیا بلکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سادگی، انتہائی بے نفسی عہود و مواثیق کا انتہائی احترام رفقاء اور متبعین کے ساتھ گہری وابستگی۔ جرأت۔ بے خوفی۔ خدا پر کامل بھروسہ۔ اور اپنے مقصد اور نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد۔ اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے۔ یہ تھے جن کے سامنے ہر مشکل اور ہر رکاوٹ کوہ ای پر گر زور میں بہائے گئے۔"

(مسلم راجپوت یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء)

۳۔ بھگت ساتین داس صاحب ایڈووکیٹ فرماتے ہیں:۔

"بعض نا واقف کہہ دیا کرتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ مگر ان لوگوں کو یہ بھی بتانا چاہیئے کہ وہ تلوار کے دھنی حضرت محمد صاحب نے کہاں سے پیدا کر لئے جنہوں نے بھارت ورش سے لے کر اسپین تک تہلکہ مچا دیا۔ پس یہ صحیح نہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا"

(الفضل ۳۱ رمئی ۱۹۲۹ء)

۴۔ پروفیسر رام دیو جی نے لاہور میں لیکچر دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اور یہ غلط ہے کہ اسلام محض تلوار سے پھیلا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے کبھی تلوار نہیں اٹھائی گئی۔ اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے تو آج کوئی پھیلا کر دکھائے۔"

(اخبار پرکاش)

۵۔ سکوئیڈر گیانی شیر سنگھ جی رقمطراز ہیں کہ:۔

"ہندوستان میں اسلام تلوار کے زور سے اتنا نہیں پھیلا جتنا کہ صوفی فقیروں نے پھیلایا ہے۔ فرید جیسے بے لاگ مسلمان بزرگ نے ہزاروں ہندو مسلمان بنائے۔ صوفی فقیر اپنی آزاد خیالی اور فراخدلی کے باعث ہندوؤں میں اپنی محبت، عقیدت کے بیج بوتے تھے۔ .... صوفی فقیروں پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے اسلام کی جو اشاعت کی ہے اس میں ان کے اپنے شخصی اخلاق، اسلام کی قدرتی سادگی اور ہندو مذہب کی کمزوری کا بڑا دخل ہے۔"

(ترجمہ از مرم راجپوت ص ۲)

۶۔ مسٹر وی جی ڈیسائی اخبار "ینگ انڈیا" Young India میں اپنے ایک مضمون بعنوان "اسلام اور عدم تشدد" میں فرماتے ہیں:۔

"یہ نہایت افسوس ناک امر ہے کہ ہندوستان میں بعض تاریخی وجوہ کی بنا پر اسلام اور تشدد کو مترادف خیال کیا جاتا ہے۔ مسلمان فاتحوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لیکر ملکوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ حالانکہ ہم قرآن پاک میں مطالعہ کرتے ہیں لا اکراہ فی الدین۔ مذہب میں تشدد سے کام مت لو۔ یا مذہب میں جبر جائز نہیں۔ فی الحقیقت پیغمبر اسلام تشدد یا جبر سے مذہب تبدیل کرانے کے اتنے خلاف تھے کہ جب ان لوگوں نے جو ابتدائی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے اپنے بیٹوں کو جو شرک یا یہودی تھے جبراً مسلمان کرنے کی کوشش کی تو آنحضرتؐ نے ان کو اس قرآنی حکم پر عمل کرنے کی تاکید کی جب ایک باپ کے لئے ہی یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کو جبر و تشدد سے مسلمان کرے تو ظاہر ہے کہ اجنبیوں اور غیروں کو تو اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لئے کبھی مجبور ہی نہیں کیا جا سکتا"

(اخبار ہمدرد دہلی ۱۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

اسلام کی آمد سے قبل ہندوستان کی حالت

اب میں پھر اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ اسلام کی آمد سے قبل ہندوستان کی مذہبی حالت یہ تھی کہ بدھ مذہب اور جین مت کا خاتمہ ہو کر ویدک مذہب ابھر آرہا تھا۔ توحید مفقود تھی۔ بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ ایسے مندر تعمیر ہو رہے تھے جن میں ہزاروں بُت رکھے جاتے تھے

سماجی اعتبار سے ہندوستان کی آبادی چار ورنوں میں تقسیم تھی۔ یعنی برہمن، ویش کشتری اور شودر۔ اور ذات پات کا امتیاز زوروں پر تھا۔

اور ملک کی سیاسی حالت یہ تھی کہ ہندوستان مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور ملکوں میں بٹا ہوا تھا۔ سیاسی اتحاد مفقود تھا۔ راجہ ہرش کی سلطنت کے اختتام پر یہ صورت پیدا ہو گئی تھی

اس زمانہ میں مسلمانوں کا عروج شروع ہوا۔ اور مسلمانوں نے شام و ایران کو فتح کیا اور ہندوستان کی سرحدوں تک پہونچ گئے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر خلیفہ دوم کے زمانہ خلافت میں ۶۳۶ء میں پہلا عربی بحری قافلہ خلیج فارس میں آیا۔ اور بمبئی کے علاقہ میں بھڑوچ اور دیبل تک پہنچا۔ اور اسی زمانہ میں ایک بحری قافلہ ملایا اور چین گیا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد تین طریق پر ہوئی

اوّل:۔ وہ بحیثیت تاجر آتے

دوم:۔ صوفی و مبلغ آتے

سوم:۔ بحیثیت فاتح اور حاکم داخل ہوئے

امر اوّل۔ (تجارت)

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں مسلمان تاجروں کا پہلا بحری قافلہ ۶۳۶ء میں بھڑوچ اور دیبل آیا۔ اور پھر آٹھویں صدی میں کاٹھیاواڑ میں تجارت شروع ہوئی۔ بعد ازاں مسلمان تاجر جنوبی ساحل کے علاقہ مالابار میں پہونچے اور وسیع پیمانے پر تجارت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسلام چونکہ تبلیغی مذہب ہے اس لئے ان مسلمان تاجروں نے اس علاقہ کے لوگوں میں تبلیغ بھی شروع کر دی۔ ہندوستان کے مشہور مورخ ڈاکٹر تاراچند ان مسلمان تاجروں کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"They must have entered upon missionary efforts soon after settling down, for Islam is essentially a missionary religion and every musalman is a missionary of his faith.

(Influence of Islam P. 37)

کہ ان مسلمان تاجروں نے ہندوستانی علاقہ میں قیام کرنے کے بعد ضرور تبلیغ شروع کر دی ہوگی کیونکہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور ہر ایک مسلمان اپنے مذہب کا مبلغ ہوتا ہے

چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انہی مسلمان تاجروں کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں مالابار کا آخری بادشاہ جو Cheramen Tournal Kings میں سے تھا مسلمان ہو گیا۔ اس کا اسلامی نام عبدالرحمٰن سامری رکھا گیا۔ مالابار کے علاقہ میں عبادت کے لئے مساجد تعمیر کی گئیں۔ کنانور اور کالیکٹ میں دنا اثر پڑا کہ وہاں مسلمانوں کو Maple مابلہ بڑا لڑکا یا داماد کہنے لگے۔ کیونکہ ان عربوں میں سے بعض نے وہاں شادی کر کے خانہ داماد کی اختیار کر لی تھی۔

امر دوم۔ (تصوف و تبلیغ)

ہندوستان کے مشرقی ساحل پر جہاں ترچنا پلی آباد ہے جس کا پرانا نام Trisuna ہے ایک ترکی شہزادہ Nathadwali آیا اور وہاں تبلیغ کی۔ وہیں فوت ہو کر دفن ہوا اس کی قبر ۴۱۷ ہجری (۱۰۳۹ عیسوی) کی ہے۔ اس شہزادہ کا جانشین سید ابراہیم شہید مقرر ہوا۔ انہوں نے چند برس اس علاقہ میں حکومت قائم کی۔ مگر بعد میں ان کو شہید کر دیا گیا۔

جنوبی ہند میں "مدھورا" کے علاقہ میں ۴۸۱ھ میں مسلمان آئے۔ ان کے پیشرو ملک الملک تھے۔ ان کے ساتھ ایک بزرگ علی بادشاہ تھے۔ مدھورا کچہری کے پاس ان کا مزار ہے۔

سندھ میں ۱۶۰ ہجری کے قریب ابو جعفر بن صاحب الاسدی البصری آئے اور وہیں فوت ہوئے۔

نیز اسلام کے ظہور کے بعد مختلف اوقات میں مسلمان صوفیاء اور بزرگان ہندوستان میں تشریف لائے۔ ان میں سے بعض حق تبلیغ و تربیت ادا کر کے واپس تشریف لے گئے مگر اکثریت یہاں پر ہی مقیم رہی۔ اور بعد از وفات ہندوستان میں ہی مدفون ہوئے۔ ان میں سے بعض بزرگان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش لاہور) محمود غزنوی کے حملہ کے بعد ہندوستان کی سیاحت کے لئے آئے۔ ۴۶۵ھ میں لاہور میں وفات پائی۔

۲۔ شیخ اسماعیل بخاری گیارھویں صدی کے شروع میں ہندوستان آئے۔

۳۔ شیخ فرید الدین عطار (مصنف تذکرۃ الاولیاء) بارھویں صدی کے آخر ۱۱۹۷ء میں بطور سیاح ہندوستان آئے۔

۴۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ ۱۲۳۶ء میں اجمیر میں وارد ہوئے۔ وہاں ہی مزار مبارک ہے

۵۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی یہ خواجہ معین الدینؒ کے خلیفہ تھے۔ دہلی میں وفات پائی۔

۶۔ شیخ فرید الدین گنج شکر۔ یہ خواجہ بختیار کاکی کے خلیفہ تھے۔ پاکپتن میں مزار ہے۔

(باقی صفحہ ۶ پر)

خطبہ جمعہ*

آئندہ نسل کی اصلاح اور درستی کا مسئلہ ہمارے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے

ہمارے تمام سکولوں اور کالجوں کا فرض ہے کہ وہ نوجوانوں کی ایسے رنگ میں تربیت کریں جس سے وہ سلسلے کیلئے مفید وجود بن سکیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ فرمودہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

جماعتیں

عمارت کے طور پر

ہوتی ہیں جن میں مختلف حصے مختلف ضرورتوں کو پورا کر رہے ہوتے ہیں جس طرح مکان کی کوئی چیز بھی خراب ہو تو مکین کے لئے تکلیف کا موجب ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر جماعتوں کا کوئی حصہ ناقص ہو تو ساری جماعت اس سے محروم ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جو جماعتی ادارے ہوتے ہیں ان کی خرابی کے ساتھ جماعت کے تمام نظام میں خرابی آجاتی ہے۔ ہماری جماعت مختلف قسم کے کام کر رہی ہے کوئی محکمہ مال کا ہے۔ کوئی تعلیم کا ہے۔ کوئی امور عامہ کا ہے کوئی امور خارجہ کا ہے۔ کوئی تصنیف کا ہے کوئی اصلاح و ارشاد کا ہے کوئی زراعت کا محکمہ ہے۔ کوئی تربیت کا محکمہ ہے۔ کوئی اشاعت کا محکمہ ہے۔ یہ محکمے اپنی اپنی جگہ پر

نہایت ہی اہم ہیں

اور ہر ایک محکمہ عمارت کے ایک حصہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسے مکان میں کوئی سونے کا کمرہ ہوتا ہے کوئی نہانے کا ہوتا ہے۔ کوئی پاخانے کا ہوتا ہے۔ کوئی سٹور ہوتا ہے۔ کوئی بیٹھنے کا ہوتا ہے۔ کوئی کھانے کا ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی میں بھی خلل آجاتے تو گھر والے بے چینی محسوس کرتے ہیں اور ان کا

امن خراب ہو جاتا ہے

کھانے کے کمرے میں خرابی آجائے تو اتنے دن جن کو کمرہ میں بیٹھ کر کھانا کھانے کی عادت ہوتی ہے بے چین سے رہتے ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ بچے الگ بڑبڑاتے ہیں اور بڑے الگ تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ کمرہ پاخانہ کا سمجھا جاتا ہے۔ وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارے گھر والوں کو تکلیف ہو جاتی ہے۔ بعض پاخانہ روکنے کی وجہ سے بیمار ہو جاتے ہیں اور بعض شرم و حیا کی وجہ سے دوسری جگہ قضائے حاجت نہیں کر سکتے اور اس طرح تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ غرض ایک ایک کمرہ اپنی جگہ پر ضروری ہوتا ہے اسی طرح

ایک ایک محکمہ

جو ضرورت کے مطابق جماعت بناتی ہے ان میں سے کسی ایک کو توڑ دو تو سارا نظام خراب ہو جائے گا۔ اگر باہمی جھگڑے اور تنازع دور کرنے اور ایک دوسرے کے حقوق دلوانے والے محکمہ میں خرابی آجائے تو لازماً تربیت کا محکمہ کمزور ہو جائے گا۔ لوگوں کے اندر شبہات پیدا ہوں گے شکوے پیدا ہوں گے بے چینی پیدا ہوگی۔ اور

تربیت والوں کا کام

اس حد تک بڑھ جائے گا کہ ان کا محکمہ جو عام حالات کے لئے بنایا گیا ہے اس کے لئے کافی نہیں ہوگا۔ پھر جماعت کے لوگوں میں تشویش پیدا ہونے کی وجہ سے وہ اپنے وقت کو صحیح طور پر استعمال نہیں کر سکیں گے۔ جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرتے رہیں گے۔ اگر وہ اچھے تاجر یا اچھے زمیندار یا اچھے عہدہ دار ہیں تو ان جھگڑوں کی وجہ سے وہ اپنی کمائی کی طرف زیادہ توجہ نہیں کر سکیں گے اور جب ان کی کمائی کم ہوگی تو

سلسلے کے چندے

کم ہو جائیں گے اور مرکزی کام رکنے لگیں گے تو بظاہر اس محکمہ کا جماعت کی ترقی سے کوئی تعلق نہیں لیکن حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو بڑا تعلق ہے۔ اسی طرح اگر تربیت کے محکمہ میں نقص ہوگا تو جماعت کی اخلاقی حالت کے گرنے کی وجہ سے تبلیغ مشکل ہو جائے گی لوگ کہیں گے تم ہمیں کیا کہتے ہو۔ تم میں تو یہ یہ خرابی پائی جاتی ہے۔ پھر

امور عامہ کا کام

بھی بہت بڑھ جائے گا۔ کیونکہ جب اخلاقی تربیت نہیں ہوگی تو جھگڑے بہت بڑھ جائیں گے۔ غرض تربیت کی کمی کی وجہ سے اگر جھگڑے بڑھ جائیں تو امور عامہ جو عام حالات کے مطابق بنایا گیا تھا اپنے کام میں کمزور ہو جائے گا۔ اور اس طرح جماعت پر ایک برا اثر پڑے گا۔ تعلیم کا بھی یہی حال ہے۔ اگر تعلیم صحیح طور پر نہیں دی جائے گی جس کا تربیت ایک جزو ہے تو جماعت کا علمی معیار گر جائے گا۔ علمی معیار کے گر جانے

کی وجہ سے اس کی تمدنی حالت گر جائے گی۔ اسی طرح اس کی مالی حالت گر جائے گی۔

تعلیم کی کمی

کی وجہ سے لوگ اچھے عہدوں پر نہیں جا سکیں گے اور جب تعلیم میں کمی ہوگی تو تبلیغ میں بھی لازماً کمی آجائے گی غرض ہر محکمہ آپس میں اس طرح ملا ہوا ہے جس طرح عمارت کا ایک حصہ اس کے دوسرے حصہ سے ملا ہوا ہوتا ہے ایک حصہ کو خراب کر دو تو باقی حصے بھی خراب ہونے لگیں گے۔ اس لئے جماعت کے ہر محکمہ کو اپنی اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنے کام کو بہتر بنانا چاہیئے۔ اس وقت بعض محکموں کی ایسی حالت ہے کہ اگر ان کو توڑ دیا جائے یا ان کا عملہ موجودہ تعداد سے کم کر دیا جائے تو کچھ بھی فرق پیدا نہیں ہوگا۔ ان کے بند ہو جانے پر بھی کام اسی طرح چلتا رہے گا۔ جس طرح پہلے چل رہا ہے۔ حالانکہ

زندگی کے معنیٰ

یہ ہوتے ہیں کہ اگر کسی محکمہ کو بند کر دیا جائے تو سارا کام خراب ہو جائے۔ جیسے بیت المال کا محکمہ ہے اس کے بند کرتے ہی سارے کام بند ہو جائیں گے۔ یہی بات ہر دوسرے محکمے میں ہونی چاہیئے۔ یہی بات تصنیف کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیئے۔ یہی بات اشاعت کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیئے کہ ان کے کام بند ہونے کے ساتھ ہی جماعت کے سارے کام بند ہو جائیں۔ یہی بات تعلیم کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیئے۔ یہی بات امور عامہ کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیئے۔ اس وقت درحقیقت

ساری جماعت کی ذمہ داری

صرف دو محکموں پر ہے۔ ایک محکمہ مال پر اور ایک محکمہ اصلاح و ارشاد پر۔ باقی محکموں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کمرہ کی دیواریں چھوٹی چھوٹی ہوں اور اس کی چھت ہوا میں معلق ہو جس کے گرنے کا

ہر وقت خطرہ

ہو۔ کیونکہ وہ محکمے اپنی ضرورت کو پورا نہیں کر رہے۔ مثلاً محکمہ تعلیم کا ہے۔ ہمارے ہاں اب کئی ہائی سکول ہیں دینیات کے سکول

ہیں۔ کالج ہے۔ تین تو ہائی سکول ہی ہیں۔ ایک زنانہ اور دو مردانہ۔ ایک سیالکوٹ میں اور دو ربوہ میں۔ ایک کالج ہے لاہور میں۔ اس کے علاوہ کئی مڈل سکول ہیں۔ پرائمری سکول ہیں۔ یہ سارے

محکمہ تعلیم کی عمارت

ہیں۔ بے شک یہ سکول تھوڑے ہیں لیکن بہر حال جب جماعت نے ان کو قائم کیا ہے تو اس نے ان کی ضرورت کو سمجھا اور ان کے مقصد کو تسلیم کیا ہے۔ پھر ہمارے سکولوں اور کالجوں کی نگرانی کرنے والا ایک ذمہ دار ادارہ ہے جس کا کام یہ ہے کہ وہ جماعتی رنگ میں

نوجوانوں کی تعلیم

کے بارہ میں مدد دے اور ان کے نشوونما میں حصہ لے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جو نوجوان نکل رہے ہیں ان میں دین کا وہ مادہ نہیں پایا جاتا جو پرانے آدمیوں میں پایا جاتا ہے۔

پُرانے آدمی

قربانی میں بہت زیادہ ہیں اور نئے آدمی ابھی ان سے بہت پیچھے ہیں۔ ایک بڑھنے والی جماعت جس میں باہر سے لوگ آکر مل رہے ہوں اسی صورت میں ترقی کر سکتی ہے جب اس میں پیدا ہونے والے نوجوان پہلوں سے زیادہ قربانی کرنے والے ہوں۔ اگر باہر سے شامل ہونے والوں کو نظر انداز کر دو تب بھی

اولاد کے ذریعہ

ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہی ہے۔ عام طور پر ایک ایک آدمی کے تین تین چار چار بچے ہوتے ہیں۔ اگر پچھلے کو ایک قرار دیا جائے تو آنے والوں کو ہم تین چار ضرور کہیں گے یا کم سے کم دوگنے ضرور ہوں گے۔ پھر ملک کی اقتصادی حالت جس طرح ترقی کر رہی ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یقیناً پچھلا شخص اگر دس روپے کماتا ہے تو اگلا بیس روپے کمائے گا۔ پس اگر ایک شخص کے دو بیٹے ہوں تو سمجھنا چاہیئے کہ باپ اگر دس کماتا تھا تو بیٹے چالیس کمائیں گے گویا ان کی قربانی پہلوں سے کم سے کم چار گنا ہونی چاہیئے۔ مگر تحریک جدید کے چندہ کو لے لو تو ہمیں

یہ نظر آتا ہے

کہ پہلے جو لوگ تھے انہوں نے تین لاکھ تک اس چندہ کو پہنچایا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ نئے آدمیوں کو اس حساب سے بارہ لاکھ تک چندہ پہنچانا چاہیئے مگر ان کا چندہ ایک لاکھ چالیس ہزار تک پہنچا ہے۔ گویا دفتر دوم میں شامل ہونے والے پہلوں سے قریباً نواں حصہ قربانی کر رہے ہیں۔ اگر ان کی مالی حالت کی زیادتی کو دیکھا جائے اگر ان کی تعداد کی زیادتی کو دیکھا جائے اور پہلوں کے مقابلہ پر اسے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نواں حصہ قربانی کر رہے ہیں۔ گویا وصیت جس کو اموال بڑھانے کا ذریعہ قرار دیا گیا تھا وہ وصیت والا طریق اولاد نے اس رنگ میں اختیار کر لیا ہے کہ باپ جتنی قربانی کرتا تھا۔ بیٹا اس کا نواں حصہ قربانی کرتا ہے اس کی ذمہ داری یقیناً ہمارے سکولوں اور کالج پر ہے۔ اگر وہ نوجوانوں میں صحیح روح پیدا کرتے اگر وہ مسلسل سے تعاون کرتے اور کوشش کرتے کہ ان میں پہلوں سے زیادہ قربانی کا مادہ پیدا ہو تو یہ نتیجہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ ہمارے سکولوں اور کالجوں نے صرف اتنا سمجھ لیا ہے کہ نتیجے اچھے دکھا دو۔ وہ بھی کوئی خاص طور پر اچھے نہیں۔ لیکن اگر ہم نے نتائج ہی اچھے دکھانے ہیں تو پھر جماعت کو ان پر اس قدر روپیہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جتنا احمدی طالب علم ہمارے سکولوں اور کالج میں پڑھتا ہے۔ اس سے کئی گنا زیادہ احمدی دوسرے کالجوں اور سکولوں میں تعلیم پاتا ہے۔ اگر نو لڑکے دوسرے سکولوں میں پڑھ رہے ہیں اور ایک لڑکا ہمارے سکول میں پڑھ رہا ہے تو یہ ایک بھی دوسرے سکول میں پڑھ سکتا ہے۔ اس پر ہزاروں روپیہ سالانہ جماعت کو خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہماری غرض تو یہ تھی کہ اس طرز پر جماعت کے نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ

جماعتی اور ملی روح

سے بھرا جائے۔ اور جب اس تجربہ کی بناء پر ان کے اخلاص اور ان کی قربانیوں میں ترقی ہو تو پھر اور کالج اور سکول قائم کئے جائیں۔ یہاں تک کہ ہماری جماعت کے نوجوان جو اپنے کالجوں اور سکولوں میں تربیت حاصل کر چکے ہوں ان میں ایک نیا ایمان اور نئی قوت اور نئی تازگی پیدا ہو جائے۔ ورنہ صرف درسی کتب کی تعلیم کے لئے نہ ہمیں سکولوں کی ضرورت ہے نہ کالج کی۔ دنیا میں سینکڑوں سکول اور کالج موجود ہیں۔ ان میں ہماری جماعت کے طلباء بھی پڑھ سکتے ہیں اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ ہم ان اداروں پر ہزاروں روپیہ سالانہ خرچ کریں

پس آج میں اپنے

تعلیمی اداروں

اور مرکزی محکمہ تعلیم کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے پروگرام کو ایسی طرز پر بنائیں کہ ان کے سکولوں کا باقی جماعت کو فائدہ ہو۔ اور ان کے سکولوں سے نکلے ہوئے لڑکے دوسرے لوگوں کی قربانی سے پندرہ بیس گنے زیادہ قربانی کرنے والے ہوں اگر نظارت تعلیم ایسی لسٹ پیش کرے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ان کے سکولوں سے فارغ ہونے والے نوجوان پہلوں سے زیادہ ترقی یافتہ۔ پہلوں سے زیادہ ہمت والے پہلوں سے زیادہ بلند حوصلوں والے پہلوں سے زیادہ قربانی اور ایثار سے کام لینے والے اور پہلوں سے زیادہ بوجھ برداشت کرنے والے ہیں تو بیشک یہ امر ہماری خوشی کا موجب ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ دکھا سکیں تو پھر جماعت پچاس ہزار سکول پر اور ایک لاکھ کالج پر کیوں خرچ کرے۔ کیوں نہ یہ روپیہ تبلیغ پر ہی صرف کیا جائے تاکہ نئے آنے والے

نیا جوش اور نیا خون

لے کر آئیں اور ان کے اندر قربانی کا وہ جذبہ ہو جو نو مسلموں کے اندر پایا جاتا ہے جب تک ہمارے سکولوں اور کالجوں سے نکلنے والے نو مسلموں والا اخلاص اپنے اندر نہیں رکھتے اس وقت تک وہ محض بیکار ہیں۔ اگر انہوں نے پیدائشی احمدی والا رنگ ہی رکھنا ہے تو پھر ضرورت کیا ہے کہ ان کے لئے اتنا روپیہ خرچ کیا جائے۔ پس ان کی دینی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ بہت سا طالب علم ان کے قبضہ میں ہوتا ہے اور وہ اگر چاہیں تو آسانی سے ان میں

نمازوں کی عادت

پیدا کر سکتے ہیں۔ انہیں محنت کا عادی بنا سکتے ہیں۔ ان میں دیانت اور امانت پیدا کر سکتے ہیں اور انہیں سچائی کا عادی بنا سکتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ سکول کے طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ تم میں سچ بولنے والے کتنے ہیں۔ تو اس پر بہت کم نوجوانوں کی تعداد نکلی۔ جنہوں نے اقرار کیا کہ وہ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم میں سے جو سچ نہیں بولتے کیا تم ان کا معاملہ کبھی سلسلہ کے نوٹس میں لائے ہو یا نہیں۔ اس پر بہت کم طلباء نے اس کا اقرار کیا۔ حالانکہ یہ چیز ہماری جماعت میں

ایک معیاری رنگ

دکھتی تھی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ جو شخص احمدی ہے وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ مگر اب اس میں کمی آتی جا رہی ہے اور اس کی ذمہ داری بڑی حد تک تعلیمی اداروں پر ہے اگر ایک استاد لمبے عرصہ تک ایک طالب علم کے ساتھ رہتا ہے تو میری سمجھ میں تو نہیں آ سکتا کہ اس کو لڑکے کی کمزوری کا علم کیوں نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تو تھوڑے سے تجربہ سے ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔ لڑکوں کی شکایات پر اساتذہ کو اکثر جواب طلبی کرنی پڑتی ہے۔ اس جواب طلبی میں ان کو فوراً پتہ لگ سکتا ہے کہ کون لڑکا جھوٹ بولتا ہے اور پھر اگر وہ کوشش کریں تو اس کی اصلاح بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن جب جھوٹا آدمی یہ سمجھے کہ میرے افعال کو ناپسند نہیں کیا جاتا تو وہ اپنی اصلاح سے غافل ہو جاتا ہے۔ پس

سچائی کی عادت

اور محنت اور قربانی کی عادت نوجوانوں میں پیدا کرنی چاہیئے۔ نئے کارکن جو ہمارے سلسلہ میں آتے ہیں ان کے متعلق بھی افسر یہی شکایت کرتے ہیں کہ وہ محنت نہیں کرتے اسی طرح دیانت میں بھی ان کا پہلو کمزور ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں تین واقفین زندگی پر یہ الزام لگے کہ انہوں نے دیانت سے کام نہیں کیا اور سلسلہ کا روپیہ غبن کیا ہے۔ اور یہ واقعات دو تین مہینہ کے اندر اندر ہو گئے۔ بیشک اس کی ذمہ داری ان افراد پر بھی ہے۔ لیکن اس کی بڑی ذمہ داری سکول کے اساتذہ ہیڈ ماسٹر اور ناظر تعلیم پر آتی ہے۔ کیونکہ نوجوانوں کے

اخلاقی معیار کو بلند کرنا

ہی ہمارے سکولوں کا اصل کام ہے۔ ورنہ دوسرے سکول بھی چل رہے ہیں اور ہماری جماعت کے لڑکے اگر جائیں تو ان میں بھی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ جماعت کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے الگ درسگاہیں قائم کر لینے کا مقصد یہی ہے کہ احمدیت کے ماحول میں ان کی تربیت کی جائے۔ اور اگر غور کیا جائے تو کسی کے متعلق یہ معلوم کرنے میں کوئی دقت ہی نہیں ہوتی کہ وہ جھوٹ بولتا ہے یا سچ بولتا ہے۔

بعض اساتذہ

اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے لڑکوں پر سختی کی تو وہ بھاگ جائیں گے۔ میں اسے بھی بیوقوفی سمجھتا ہوں۔ لڑکے کی عمر ایسی ہوتی ہے جس میں ایک حد تک سختی اس پر کی جا سکتی ہے۔ اور اس پر کسی عقلمند کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہ نادانی ہوتی ہے کہ جب اساتذہ سے پوچھا جائے تو ان میں سے بعض یہ جواب دے دیتے ہیں کہ ہم نے یہ سمجھا تھا کہ اگر ہم نے سختی کی تو ماں باپ ناراض ہو جائیں گے یا لڑکے سکول سے چلے جائیں گے۔ اگر کوئی لڑکا جھوٹ بولتا ہے۔ اگر وہ محنت نہیں کرتا۔ اگر وہ دیانت سے کام نہیں لیتا اور تم اس پر سختی کرتے ہو تو تمہاری سختی کا یہی نتیجہ نکلے گا کہ وہ یا تو اپنی اصلاح کر لے گا۔ اور یا سکول سے الگ ہو جائے گا۔ اگر وہ اصلاح کرے گا تو وہ ہمارے لئے خوشی کا موجب ہوگا اور اگر وہ نکل جائے گا تو باقی لڑکے اس کے گندے اثر سے بچ جائیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ

لڑکوں کی اصلاح

انفرادی نگرانی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ بچوں کی تعلیم اور ان کی تربیت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے باغ لگانا ہوتا ہے ہمارے خاندان میں باغ لگانے کا شوق ورثہ کے طور پر آیا ہے اور میں نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ جب بھی کوئی مالی پودوں کی اصلاح کے لئے انفرادی توجہ نہیں کرتا باغ تباہ ہو جاتا ہے اور جب توجہ دلائی جائے اور اسے پکڑا جائے تو وہی درخت جو پہلے مر رہے ہوتے ہیں بچنے لگ جاتے ہیں میں جب بھی باغ میں جاتا ہوں مالیوں سے یہی کہا کرتا ہوں کہ جو اچھا درخت ہے وہ تمہاری توجہ کا مستحق نہیں۔ تمہاری توجہ کا مستحق وہ درخت ہے جو بیمار ہے ایسے درختوں پر نشان لگاؤ اور روزانہ ان کی نگہداشت کرو۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ جب بھی کوئی ایسا مالی ملتا ہے جو محنت کے ساتھ کام کرنے کا عادی ہوتا ہے تو اس توجہ دلانے کے نتیجہ میں وہ پودے ترقی کرنے لگ جاتے ہیں اور جب کوئی ایسا مالی ملتا ہے جو اس رنگ میں کام کرنے کا عادی نہیں ہوتا تو وہ ہمیشہ یہی کہتا ہے کہ دیکھئے فلاں درخت کیسا اچھا ہے۔ فلاں کیسا اچھا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں یہ تو قدرتی طور پر اچھا ہے تمہارا کام یہ ہے کہ تم بیمار پودوں کے متعلق بتاؤ کہ تم ان کے متعلق کیا کر رہے ہو۔ اچھوں کو اپنے کام کی عمدگی کے ثبوت میں پیش کر دینا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی ہسپتال میں جائے اور کہے دیکھئے اس ڈاکٹر کی صحت کیسی اچھی ہے۔ یہ نرس کیسی مضبوط ہے۔ یہ کمپونڈر کیسا تندرست ہے اور بیماروں کا ذکر بھی نہ کرے۔ حالانکہ اگر وہ اچھے ہیں تو اس سے ہسپتال کے اچھا ہونے کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ ہسپتال کا اچھا ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ بیماروں کے متعلق بتایا جائے کہ ان میں سے کتنے تندرست ہوئے ہیں۔ اسی طرح

اساتذہ کا یہ کام ہے

کہ وہ یہ بتائیں کہ اتنے لڑکوں میں سچائی کی عادت نہیں پائی جاتی تھی ہم نے ان کو سچائی کا پابند بنایا۔ اتنے لڑکوں میں ہم نے دیانت پیدا کی۔ اتنے لڑکوں کو ہم نے محنت کا عادی بنایا۔ یہ کہنا کہ ہمیں پتہ نہیں لگتا بالکل غلط بات ہے۔ اگر ایک سکول کے بیس پچیس اساتذہ کو بھی پتہ نہیں لگتا کہ ان کے لڑکوں کی اخلاقی

حالت کیسی ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ نابینا ہیں۔ جھگڑوں کے وقت بڑی آسانی سے پتہ لگ جاتا ہے کہ کون سچ بولنے کا عادی ہے۔ اور کون جھوٹ بولتا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ بعض اساتذہ بھی جنبہ داری سے کام لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لڑکے جن کے وہ طرفدار ہوتے ہیں وہ جھوٹ بھی بولتے ہیں تو انہیں سچ معلوم ہوتا ہے اور جن کے خلاف ان کی رائے ہوتی ہے وہ سچ بھی بولتے ہیں تو انہیں جھوٹ نظر آتا ہے۔ پس ان کا یہ ذاتی نقص ہے۔ کیونکہ

جنبہ داری کا مرض

انسان کو نابینا بنا دیتا ہے۔ استاد کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کا کسی کے ساتھ کوئی خاص جوڑ نہ ہو۔ چاہے کوئی اس کا بھائی ہو عزیز ہو۔ اس کے دوست کا بیٹا ہو۔ سب کو ایک نگاہ سے دیکھے۔ اگر وہ سب کو ایک نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی نظر تیز ہو جائے گی۔ اور وہ آسانی سے پتہ لگائے گا کہ فلاں میں غفلت کی عادت ہے۔ فلاں میں جھوٹ کی عادت ہے۔ فلاں میں بددیانتی کی عادت ہے۔ اس پر کوئی شبہ نہیں کہ اس کی ذمہ داری ایک حد تک ماں باپ پر بھی ہے ان کا بھی فرض ہے کہ اپنے لڑکوں کی تربیت کے سلسلہ میں اساتذہ سے تعاون کریں یورپ میں تو یہ طریق ہے کہ جب کوئی زیادہ بیمار ہو جائے تو اس کا معالج ڈاکٹر کہتا ہے کہ اب فلاں ڈاکٹر سے مل کر مشورہ کرتا ہوں تاکہ بیمار کے لئے مناسب علاج تجویز کیا جا سکے۔ اسی طرح

اساتذہ کا فرض ہے

کہ جب وہ دیکھیں کہ ان کی کوششیں کامیاب نہیں ہو رہیں تو وہ ان کے ماں باپ سے مشورہ کریں اور ان کی اصلاح کی تدابیر سوچیں۔ مگر یہ طریق صرف ان لڑکوں کے متعلق اختیار کیا جا سکتا ہے جو بورڈنگ میں نہیں رہتے۔ جو لڑکے بورڈنگ میں رہتے ہیں ان کی تو سو فیصدی ذمہ داری اساتذہ اور نگران عملہ پر ہی عاید ہوتی ہے۔ یہی ضرورت میں سمجھتا ہوں دینیات کے مدارس میں بھی ہے وہاں بھی یہی غفلت پائی جاتی ہے۔ لڑکے تعلیم پا رہے ہوتے ہیں اور ہم یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ بس مبلغ تیار ہو جائیں گے مگر ہوتا یہ ہے کہ نہیں بے دین یا نیم نکمے یا نیم ناکارہ یا نیم جاہل پیدا ہو جاتے ہیں

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ مدرسہ احمدیہ کے متعلق مجھے شکایت پہنچی کہ فلاں فلاں علوم مدرسہ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ مگر اساتذہ نے ابھی کورس کی کتابوں کے صرف چند صفحات ہی پڑھائے ہیں اور سال ختم ہو گیا ہے۔ مثلاً اگر سو صفحہ کی کتاب کا تھا تو اساتذہ نے سارے سال میں صرف دس بیس صفحے پڑھائے تھے۔ میں نے لڑکوں کو بلایا اور ان سے باتیں کیں۔ انہوں نے کہا بات ٹھیک ہے۔ استاد باتیں کرتے رہتے ہیں اور پڑھائی رہ جاتی ہے۔ اس کے بعد میں نے اساتذہ کو بلایا اور ان سے دریافت کیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب

میں نے یہ دیکھا

کہ بعض اساتذہ نے آگے بڑھ بڑھ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ ٹھیک ہے۔ ادھر اُدھر کی باتیں کرنی بھی ضروری ہوتی ہیں۔ اور اس طرح اتنا ہی پڑھایا جا سکتا تھا۔ زیادہ نہیں پڑھایا جا سکتا تھا۔ گویا بجائے اس کے کہ وہ اپنے فعل پر پردہ ڈالتے۔ انہوں نے بڑی عمدگی اور دلیری سے تسلیم کیا کہ ادھر اُدھر کی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ اور اس طرح اصل پڑھائی رہ جاتی ہے۔ حالانکہ استاد کا نہ صرف یہ کام ہے کہ وہ اپنے کورس کو پورا کرے بلکہ اس کا یہ بھی کام ہے کہ وہ زاید سٹڈی کروائے۔ کوئی طالب علم صحیح طور پر تعلیم حاصل نہیں کر سکتا جب تک اس کا مطالعہ اس قدر وسیع نہ ہو کہ وہ اگر ایک کتاب مدرسہ کی پڑھتا ہو تو دس کتابیں باہر کی پڑھتا ہو۔

باہر کا علم

ہی اصل علم ہوتا ہے۔ استاد کا پڑھایا ہوا علم صرف علم کے حصول کے لئے ممد ہوتا ہے۔ سہارا ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ اس کے ذریعہ وہ سارے علوم پر حاوی ہو سکے دنیا میں کوئی ڈاکٹر ڈاکٹر نہیں بن سکتا اگر وہ اتنی ہی کتابیں پڑھنے پر اکتفا کرے جتنی اسے کالج میں پڑھائی جاتی ہیں۔ دنیا میں کوئی وکیل وکیل نہیں بن سکتا اگر وہ صرف اتنی کتابوں پر ہی انحصار کرے جتنی اسے کالج میں پڑھائی جاتی ہیں۔ دنیا میں کوئی مبلغ مبلغ نہیں بن سکتا اگر وہ صرف انہی کتابوں تک اپنے علم کو محدود رکھے جو اسے مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ وہی ڈاکٹر وہی وکیل اور وہی مبلغ کامیاب ہو سکتا ہے جو رات اور دن اپنے فن کی کتابوں کا مطالعہ رکھتا ہے اور ہمیشہ اپنے علم کو بڑھاتا رہتا ہے۔ پس جب تک ریسرچ ورک کے طور پر

نئی نئی کتابوں کا مطالعہ

نہ رکھا جائے اس وقت تک لڑکوں کی تعلیمی حالت ترقی نہیں کر سکتی۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ آجکل دینیات کے مدرس بھی انگریزی سکولوں اور کالجوں کی نقل میں تعلیم کے لئے پانچ پانچ اور چھ چھ گھنٹے کے الفاظ استعمال کرنے لگ گئے ہیں۔ حالانکہ ہمارے پرانے اساتذہ جو دینیات پڑھایا کرتے تھے وہ دس دس بارہ بارہ گھنٹے پڑھاتے چلے جاتے تھے۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ پانچ چھ گھنٹے متواتر پڑھاتے ہیں تب بھی تربیت کے لئے ان کے پاس بڑا کافی وقت بچ سکتا ہے۔ کیونکہ ان کی کتابیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں بار بار بدلا نہیں جاتا۔ سکولوں اور کالجوں کا کورس اکثر بدلتا رہتا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے فلاں مصنف کی کتابیں پڑھاؤ اور کبھی کہا جاتا ہے فلاں کی۔ لیکن

دینیات کا اکثر کورس

ایسا ہوتا ہے جس کو ہم بدل ہی نہیں سکتے۔ کالجوں میں تو یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں مصنف کی کتاب نہ پڑھاؤ فلاں کی پڑھاؤ۔ وہ زیادہ اچھی ہے لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اب قرآن پڑھانا چھوڑ دو یا حدیث پڑھانا چھوڑ دو۔ اور ان کی بجائے فلاں فلاں کتابیں پڑھاؤ۔ پس جب کہ دینیات کا کورس بدلا نہیں جاتا اور ساری عمر اساتذہ کو قرآن ہی پڑھانا ہوتا ہے یا حدیثیں ہی پڑھانی ہوتی ہیں تو ان کے ذہن میں تو یہ علوم اس قدر راسخ ہونے چاہئیں کہ سب باتیں انہیں زبانی یاد ہوں بے شک نئی نئی تحقیقاتیں بھی ہوتی ہیں لیکن جہاں تک طالب علموں کا تعلق ہے ان کو پڑھانے والی باتیں اساتذہ کو حفظ ہونی چاہئیں۔ اسی طرح حدیث ہے اس میں بیشک

باریک اور نازک مسائل

کی بحث بھی آتی ہے لیکن حدیث کے موٹے موٹے مسائل دو تین سال میں استاد کو اس طرح حفظ ہو جانے چاہئیں کہ اگر کتاب اس کے سامنے نہ ہو تب بھی وہ بلا دریغ ان کو پڑھاتا چلا جائے۔ ہم بچپن میں پڑھا کرتے تھے تو ہمارے جغرافیہ کے ایک استاد تھے میں ان کا نام نہیں لیتا۔ وہ یہ دکھانے کے لئے کہ انہیں جغرافیہ میں کتنا کمال حاصل ہے کہا کرتے تھے کہ نقشہ لٹکاؤ۔ میں آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جاتا ہوں تم کسی شہر کا نام لو میں اپنے پاؤں کے اشارہ سے تمہیں بتا دوں گا کہ وہ فلاں جگہ شہر ہے چنانچہ ہم اسی طرح کرتے وہ آنکھیں بند کر کے ڈرتے ہوئے آتے اور پیر اٹھا کر وہاں لگا دیتے مگر

بچپن کی عمر

شرارتی ہوتی ہے جب وہ کہتے کہ کسی شہر کا نام لو تو بعض لڑکے کسی ایسے شہر کا نام لے دیتے جو نقشہ میں بہت اونچا ہو مثلاً ولاڈی واسٹک۔ اب ولاڈی واسٹک نقشہ کے اوپر کی جہت میں ہے جب وہ استاد یہ لفظ سن کر وہاں کر نقشہ کی طرف آتے تو بعض دفعہ جوش سے پاؤں اٹھانے کی وجہ سے وہ گر جاتے اور لڑکے ہنسنے لگ جاتے۔ بہرحال ان میں یہ کمال تھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے آتے اور شہر بتا دیتے۔ چونکہ سکولوں کا جغرافیہ ایک محدود مضمون ہے اور وہی اساتذہ کو بار بار پڑھانا پڑتا ہے اس لئے دو تین سال کے بعد انہیں ان مضامین کی تیاری کے لئے کوئی ذہنی کوفت برداشت نہیں کرنی پڑتی اور ان کے پاس کافی وقت اپنے مطالعہ کو وسیع کرنے اور طلباء کی نگرانی کرنے کے لئے بچ جاتا ہے۔ پس میں اس خطبہ کے ذریعہ سکولوں اور کالجوں اور دینیات کے کالجوں اور ان کے اساتذہ کو اس امر کی طرف

توجہ دلاتا ہوں

کہ انہیں زیادہ سے زیادہ طلباء کی نگرانی کرنی چاہئیے اور ان کے اندر محنت کی عادت اور قربانی اور ایثار کی عادت پیدا کرنی چاہئیے اگر افراد میں محنت اور قربانی کی عادت پیدا ہو جائے تو چھوٹی جماعت بھی بڑی جماعتوں پر غالب آ جایا کرتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ۔ دنیا میں کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہوئی ہیں جو بڑے بڑے گروہوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آ گئی ہیں اس غلبہ کی وجہ یہی تھی کہ ان میں قربانی اور ایثار کا مادہ تھا۔ وہ اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے اسے مفید کاموں میں صرف کرنے کے عادی تھے۔ ان میں دیانت تھی۔ ان میں صداقت تھی۔ ان میں محنت کی عادت تھی ان کے حوصلے بلند تھے ان کے ارادے پختہ تھے اور ان کے مقابل میں جو لوگ کھڑے تھے وہ ان اوصاف سے خالی تھے نتیجہ یہ ہوا کہ قلیل غالب آ گئے اور کثیر مغلوب ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے

ایک ایک آدمی جس میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے وہ درجنوں پر بھاری ہوتا ہے۔ پاگل کو ہی دیکھ لو لوگ اس کا مقابلہ کرنے سے گھبراتے ہیں حالانکہ وہ اکیلا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ ڈرتے ہیں کہ انہیں چوٹ نہ آ جائے ان کو زخم نہ لگ جائے۔ اور وہ اپنی طاقت کو صرف ایک حد تک استعمال کرتے ہیں لیکن پاگل کے لئے چوٹ اور زخم بلکہ موت کا بھی کوئی سوال نہیں ہوتا اس لئے وہ اپنی طاقت اس حد تک استعمال کرتا ہے جس حد تک ایک سمجھدار انسان استعمال کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ اور وہ اکیلا ہونے کے باوجود دوسروں پر غالب آ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ہمارے نوجوانوں میں قربانی اور ایثار کا مادہ ہو اور اگر وہ دینی طور پر

مجنونانہ رنگ

اپنے اندر رکھتے ہوں اور وہ اپنی محنت اور اپنی قربانی کو اس حد تک پہنچا دیں کہ جس حد پر پہنچانے سے دوسرے لوگ گھبراتے ہوں تو پھر ہمارے ایک ایک آدمی کے مقابلہ میں

(باقی حاشیہ پر)

ہندوستان پر مسلمانوں کا اثر

بقیہ صفحہ ۲

۷۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء۔ یہ شیخ فرید کے خلیفہ تھے دہلی میں مدفون ہیں
۸۔ شیخ جلال الدین تبریزی۔ تیرھویں صدی عیسوی میں بنگال میں آئے۔
۹۔ سید جلال الدین بخاری سُرخپوش ۱۲۴۴ء میں اُوچ بہاولپور میں آئے۔ ۱۲۹۱ء میں وفات پائی۔
۱۰۔ شیخ عبد الکریم الجیلی (مصنف "انسانِ کامل" و شارح ابن العربی) ۱۳۸۸ء یعنی چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں ہندوستان آئے
۱۱۔ سید محمود گیسو دراز (خواجہ بندہ نواز) چودھویں صدی عیسوی میں گلبرگہ دکن میں آئے۔ وہاں پر ہی آپ کا مزار مبارک ہے۔
۱۲۔ پیر صدر الدین صاحب۔ اسماعیلی خوجہ فرقہ کے پیر۔ پندرھویں صدی عیسوی میں واردِ ہندوستان ہوئے۔
۱۳۔ سید یوسف الدین صاحب۔ میمن فرقہ کے پیر۔ پندرھویں صدی عیسوی میں واردِ ہندوستان ہوئے۔
۱۴۔ بہاؤ الدین زکریا (سہروردی) ۱۲۶۶ء میں ملتان میں وفات پائی
۱۵۔ شاہ مدار۔ گیارھویں صدی عیسوی میں واردِ ہندوستان ہوئے۔
۱۶۔ شیخ سرور۔ بارھویں صدی عیسوی میں واردِ ہندوستان ہوئے۔

ان بزرگوں کی تبلیغ اور پاکیزہ عملی نمونہ اور روحانی توجہ کے نتیجہ میں ہزارہا لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور بعض جن کو اسلام میں داخل ہونے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ عقیدتمند تو ضرور بنے۔ اور اب بھی قریباً اڑھائی کروڑ غیر مسلم ان بزرگوں کے عقیدتمند موجود ہیں۔ اسلام کی توحید کی فطری تعلیم کے نتیجہ میں مساواتِ انسانی قائم ہوئی۔ انسانیت کو عزت و وقار ملا۔ ازرذات … کا امتیاز ختم ہوگیا

باقی آئندہ

ایک لاکھ پانچ ہزار سپاہی……

بقیہ صفحہ ۸

اگر بقول مولوی صاحب فئۃ قلیلۃ اور فئۃ کثیرۃ سے مراد کسی ایک جماعت ہی کے دو گروہ ہوں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت اقدس نے ان میں سے حق پرست گروہ کے مقابلہ میں باطل پرست گروہ سے ایک لاکھ فوج کا مطالبہ کیوں کیا؟ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب نے اپنی بے بنیاد تشریحات کے ذریعہ سے اس کشف کو ایک معمّا بنا کر رکھ دیا ہے اور اس کی اصل حقیقت کو نظروں سے اوجھل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

حیدر آباد کی تبلیغی رپورٹ

بقیہ صفحہ ۹

قبل از وقت ہی تشریف لائے۔ اور وہ اپنے ہمراہ غیر احمدی دوستوں کو بھی لائے تھے۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے تمام ہال اور گیلری فدایانِ خلافت حقہ اور مہمانوں سے پر ہوگئی۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خاکسار کی تلاوت اور مکرم چودھری مبارک علی صاحب کی تقریر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک کلمات پر مشتمل تھی ٹیپ ریکارڈ کی گئی۔

ٹھیک چار بجے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ یہ پروگرام شروع ہوا۔ اور حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی پرشوکت آواز اس ریکارڈ کے ذریعہ احباب کے کانوں تک پہونچی تو تمام مجلس میں ایک عجیب روحانی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور سب کے سب ہمہ تن گوش ہو کر اس مقدس آواز کو سننے لگے۔ اور سب کی آنکھیں پُرآب ہوگئیں۔ اور ہر شخص ہی زیر لب حضرت اقدس کی صحتِ کاملہ عاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔

اس طرح یہ تقریر جس کا ایک ایک لفظ احباب کے لئے روحانی غذا کا کام دے رہا تھا ۵½ بجے ختم ہوئی۔

اور اس روح پرور جلسہ کے بعد تمام احباب نے مکرم چودھری مبارک علی صاحب فاضل کی اقتداء میں لمبی اور پرسوز دعا کی

رمضان المبارک کا آغاز

اس مبارک مہینہ کا آغاز تمام احباب نے اجتماعی دعاؤں کے ذریعہ کیا۔ تاکہ اس بابرکت مہینہ کے فیوض سے ہر ایک حصہ پالے۔ یہاں پہلا روزہ ۷؍ جنوری کو تھا چنانچہ اس دن یعنی ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات اکثر احباب نے احمدیہ جوبلی ہال ہی میں گذاری تاکہ نماز تہجد اور اجتماعی دعا میں شریک ہو سکیں۔ خاکسار نے ٹھیک چار بجے نماز شروع کی جو کہ قریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ نماز میں خاص طور پر حضور اقدس کے لئے دعا کی گئی۔

نماز تہجد کے بعد مکرم چودھری مبارک علی صاحب کی طرف سے تمام احباب کی خدمت میں پُرتکلف سحری پیش کی گئی فجزاہ اللہ احسن الجزاء

اس مبارک مہینہ میں پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ تراویح اور درس و تدریس کا بھی انتظام کیا گیا۔ چنانچہ بعد نماز عصر قرآن شریف کا اور بعد نماز تراویح ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس ہوتا رہا۔ درسوں اور نمازوں میں خصوصاً تراویح میں احباب بڑے ذوق و شوق سے آتے رہے۔ اس کے علاوہ اس مبارک مہینہ میں آنے والی ہر ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات کو تہجد اور سحری کا بھی انتظام کیا گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری ان ناچیز کوششوں میں برکت اور اسلام اور احمدیت کی اشاعت و ترقی کے سامان پیدا فرمائے۔

ولادت

مکرم جناب سید لئیق احمد صاحب ایم اے راچی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۲۲؍ فروری ۶۲ء کو پہلا فرزند عطا فرمایا ہے اس خوشی میں مکرم سید صاحب موصوف نے مبلغ دس روپے شکرانہ فنڈ میں داخل کئے ہیں۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو والدین کے لئے قرۃ العین بنائے اور صحت و سلامتی کے ساتھ عمر دراز کرے۔

خاکسار سید بدر الدین احمد معلم وقفِ جدید

مجلس خدام الاحمدیہ کا لٹریچر

جملہ مجالس خدام الاحمدیہ بھارت کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ دفتر مرکزی میں مندرجہ ذیل لٹریچر موجود ہے۔ لہٰذا حسبِ ضرورت طلب فرما دیں۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

۱۔ خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں　مفت
۲۔ مجالس خدام الاحمدیہ کے قیام کا طریق　"
۳۔ نظام اطفال الاحمدیہ　"
۴۔ ذرائع اصلاح خدام الاحمدیہ　"
۵۔ مشعلِ راہ خدام الاحمدیہ　"
۶۔ دستور اساسی　"
۷۔ رسید بک چندہ　"
۸۔ رپورٹ کارگذاری فارم　"
۹۔ فارم درخواست رکنیت　"
۱۰۔ فارم تشخیص آمد خدام الاحمدیہ　مفت
۱۱۔ نقشہ ادائیگی نماز　"
۱۲۔ فارم کارڈ ریکارڈ　"
۱۳۔ چارٹ شعبہ تعلیم　"
۱۴۔ خلافت حقہ اسلامیہ　قیمتاً
۱۵۔ سیرت طیبہ مع ضمیمہ و تذکرہ منشور　"
۱۶۔ حقیقتِ اسلام　"
۱۷۔ نشان رکنیت خدام (بیج)　"
۱۸۔ نظام آسمانی کی مخالفت اور اسکا پس منظر　"

آپ کا چندہ اخبار بدر ختم ہے

مندرجہ ذیل خریداران اخبار بدر کا چندہ ۲۸؍۲؍۶۲ کو ختم ہو رہا ہے۔ ان سے درخواست ہے کہ مہربانی فرما کر جلد از جلد چندہ کی رقم ارسال فرما دیں۔

نمبر خریداری　　نام خریدار

۱۱۱۲۔ مکرم محمد صدیق صاحب کرڈا پلی اڑلیسہ
۱۹۶۱۔ " ولی محمد صاحب اروٹی گھاٹ کشمیر
۱۳۹۵۔ " سید برہان الدین احمد صاحب برگڑھو اڑلیسہ
۱۶۴۶۔ " شریف احمد صاحب لکھی پور بہار
۱۳۸۹۔ " سید عقیل احمد صاحب حیدر آباد
۱۸۸۰۔ " این اے ڈار صاحب افریقہ
۱۳۵۴۔ " پروفیسر سید اختر احمد صاحب اورینوی پٹنہ
۱۶۵۷۔ " اللہ دتہ صاحب گنائی افریقہ
۱۴۰۲۔ " پی محمد صاحب مدراس
۱۰۷۲۔ " منشی عبد الحفیظ صاحب کرول یوپی
۲۱۱۶۔ " گلزار محمد صاحب سوناگی کشمیر
۲۱۲۴۔ " بشیر احمد صاحب کوگام
۲۱۲۶۔ " ذاتی علی حسین صاحب کرنول
۲۲۱۸۔ " بشیر احمد صاحب سلواہ کشمیر
۲۲۱۹۔ " راجہ امیر اللہ خان صاحب لداخ کشمیر
۲۲۲۰۔ " خواجہ محمد یوسف صاحب "
۲۲۲۱۔ " وی کے محی الدین صاحب بمبئی ۹
۲۲۲۲۔ " احمدی برادرز راٹھ یوپی
۲۲۲۳۔ " ابرار محمد صاحب مسکرا "
۲۲۲۴۔ " رحمت علی صاحب درگاپور آسام
۲۲۲۵۔ " عبد المجید صاحب ناصر کراچی
۲۲۲۷۔ " قریشی نذیر احمد صاحب تیماپور
۱۲۷۶۔ " صدیق امیر علی صاحب موگرال
۱۹۱۱۔ " زین العابدین صاحب کلکتہ
۲۱۰۷۔ " ناصر احمد صاحب نلگنڈہ آندھرا
۱۹۷۶۔ " حبیب احمد صاحب (محمد رفیق صاحب) حسین پورہ الٰہ آباد
۲۰۶۲۔ " عبد الحمید صاحب۔ عثمان آباد مہاراشٹر
۲۲۱۱۔ " فضل الرحمٰن صاحب چودوار اڑلیسہ
۲۲۶۲۔ " جمیلہ خاتون صاحبہ کیندرہ پاڑا اڑلیسہ
۱۲۵۵۔ " بشیر محمد خان صاحب بمبئی
۲۰۵۴۔ " سید منور احمد صاحب اورینوی
۱۱۱۰۔ " بابو محمد یوسف صاحب جموں
" مرزا عطاء الرحمٰن صاحب منگاڈی افریقہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف میں

ایک لاکھ و پانچ ہزار سپاہی کا تعلق

جماعت قادیان سے ہے نہ کہ فریق لاہور سے

از محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل - قادیانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت میں دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر بیٹھا تھا مخاطب کرکے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اسے میں نے مخاطب کرکے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔ پھر وہ منصوبہ مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ خوشحالی ہے خوشحال ہے مگر خدا تعالیٰ کی کسی حکمتِ خفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا۔ لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت میں دکھایا جائیگا۔"

(تذکرہ صفحہ ۱۸۱ و صفحہ ۱۸۲)

(محمد فکریہ صفحہ ۲۸)

اس کشف کو جناب مولوی محمد علی صاحب اپنی صداقت میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۱- "حضرت مسیح موعودؑ نے دو آدمیوں کو اپنی جماعت کی رہنمائی کرتے دیکھا"

۲- "زمین پر بیٹھنے والے سے آپ ایک لاکھ آدمی مانگتے ہیں مگر وہ خاموش رہتا ہے اور جب چھت والے سے یہی مطالبہ کیا تو وہ کہتا ہے کہ صرف پانچ ہزار آدمی دے سکتا ہوں"

۳- "مقابلہ کرکے دیکھ لیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ فی الواقعہ یہی جماعت قادیان اور جماعت لاہور کی قریب قریب نسبت ہے۔"

۴- "زعماء قادیان نے اس کشف کو صریحاً اپنے خلاف پاکر ایک بھونڈی کوشش کی ہے کہ پانچ ہزار میں اشارہ انکی تحریک جدید کی طرف ہے جس میں ان کی ساری جماعت میں سے صرف پانچ ہزار آدمی شامل ہوئے۔ یہ نہ سوچا کہ کشف میں تو دو جماعتوں کے دو الگ الگ رہنما دکھائے گئے ہیں۔ .... اگر دونوں جگہ ایک ہی شخص دکھایا جاتا تو اس توجیہہ کی کوئی وجہ بھی ہو سکتی۔ مگر یہاں دو الگ الگ آدمی ہیں...... یقیناً یہ جماعت کے دو حصوں کا ذکر ہے ...... جس طرح دو رہنما ہیں اسی طرح دو گروہ ہیں۔ ایک قلیل گروہ ہے۔ ایک کثیر گروہ ہے"

۵- "دونوں جماعتوں یا ان کے قائدوں کے میلان کا ذکر ہے۔ جماعت قادیان کے قائد کی توجہ زیادہ تر زمینی امور کی طرف ہے اور دوسرے کی ان امور کی طرف ہے جو بلندی سے تعلق رکھتے ہیں"

۶- "اس کشف میں جماعت قادیان اور جماعت لاہور کی ایک مکمل تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے"

۷- "اس کشف میں جس منصوبہ کا ذکر ہے اور جسے کشف میں چھوٹی جماعت کا سردار بتایا گیا ہے جو چھت کے قریب آسمان کی طرف بیٹھا ہے اور جس کی جماعت فئة قليلة کی مصداق ہے۔"

وہ میں ہوں اور میرا لاہوری فریق ہے

(محمد فکریہ از صفحہ ۲۸ تا صفحہ ۳۲)

یاد رہے کہ اس کشف میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ اول یہ کہ فئة قليلة - فئة كثيرة پر غالب آئے گا۔ یعنی چھوٹی جماعت بڑی مخالف جماعت پر فتح حاصل کرے گی۔ دوم کمرہ کے اندر دو شخصوں کی موجودگی اور بڑی مخالف جماعت پر فتح حاصل کرنے کے لئے ان سے باری باری فوج کا مطالبہ کیا گیا ہے جن میں سے ایک نے لاکھ فوج کی بجائے پانچ ہزار سپاہی دینے کا اظہار کیا ہے جس پر حضور نے فرمایا کہ اگرچہ یہ تھوڑے ہیں پر تھوڑے بہتوں پر غالب آجایا کرتے ہیں۔

ہم مولوی صاحب موصوف کی یہ بات تسلیم کر لیتے ہیں کہ کشف میں کمرے والے دو آدمیوں سے مراد دو گروہ اور ان کے سردار ہیں جن میں سے ایک سردار نے کثیر دشمن پر غلبہ پانے کے لئے پانچ ہزار سپاہی دے سکنے کے لئے آمادگی ظاہر کی ہے۔ مگر جناب مولوی صاحب کا کثیر دشمن کو نظر انداز کرکے ان ہر دو سرداروں اور ان کی جماعتوں کو ایک دوسرے کا مخالف قرار دے کر ان میں سے چھت والے کو لاہوری فریق اور اس کا سرگروہ بتانا اور زمین والے کو قادیانی جماعت قرار دے کر اس کا مخالف گرداننا سخت مغالطہ ہے۔

اس کشف سے کئی امور ظاہر ہیں جن کی طرف مولوی صاحب موصوف نے توجہ نہیں فرمائی اور سخت ٹھوکر کھائی ہے

۱- اس کشف میں فئة قليلة اور فئة كثيرة کے الفاظ میں جماعت احمدیہ اور اس کے مخالف کثیر گروہ کا ذکر ہے۔ نہ کہ کمرہ والے دو فریق کا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا ہے کہ وہ اس سلسلہ کو اس کے مخالف کثیر گروہ پر غلبہ عطا کرے گا۔ اور کمرہ والے دو فریقوں میں سے ایک کے ذریعہ ہوگا۔ اور وہ غلبہ سلسلہ کی صداقت کا زبردست ثبوت ہوگا۔ مگر مولوی صاحب موصوف نے اس بات کو پسِ پشت ڈال کر کمرہ والے دو گروہوں کو خلافِ واقعہ ایک دوسرے کا دشمن قرار دیتے ہوئے ان میں سے ایک کو اپنا گروہ اور دوسرے کو قادیانی جماعت قرار دے کر اس پر فتح حاصل کرنے کی خام امید کا اظہار فرمایا ہے اور یوں اس کشف کی بھونڈی تشریح کرکے اس سے فائدہ اٹھانے کی ناکام کوشش فرمائی ہے۔

۲- اس کشف میں بتایا گیا ہے کہ فوج کا مطالبہ کرنے والے حضرت مسیح موعود ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کبھی بھی اپنی جماعت سے ایسا مطالبہ نہ کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دراصل یہ مطالبہ آپ کے بعد کسی ایسے شخص نے کرنا تھا جو آپ کے بعد آپ کا قائمقام بننے والا تھا اور آپ کی یادگار ہونے کی وجہ سے آپ ہی کا حکم رکھتا تھا۔ پس چونکہ یہ مطالبہ آپ کے بعد کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے اس لئے یہ مطالبہ کرنے والا وجود بھی کوئی ایسا شخص ہے جو آپ کا قائمقام ہے۔ اور جسے سابقہ پیشگوئیوں میں بھی آپ کا قائمقام قرار دیا گیا ہے اور وہ آپ کا خاص بیٹا ہی ہے نہ کہ کوئی اور۔

۳- تیسرے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن دو شخصوں سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ دونوں ایک ہی کمرہ کے اندر ہیں نہ کہ الگ الگ کمروں میں ایک دوسرے کے مقابلہ پر۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ان دونوں کا تعلق ایک ہی مرکز سے ہے نہ کہ دو الگ الگ مرکزوں سے اور وہ دونوں "اصلها ثابت (فی الارض) و فرعها فی السماء" کے مصداق ہیں۔

چھت والے فریق سے مراد وہ فریق ہرگز نہیں ہو سکتا جو حضرت اقدس علیہ السلام کے کمرہ یعنی مبارک مرکز سے نکل کر الگ کمرہ یعنی مرکز قائم کر لیتا اور حضرت اقدس علیہ السلام کے مرکز کے مقابلہ پر مخالفانہ اڈا بنا لیتا ہے جن دو گروہوں اور ان کے دو سرداروں کا ذکر ہے تو وہ ایک ہی کمرہ میں دکھائے گئے ہیں نہ کہ الگ الگ دو کمروں میں، مخالفانہ پارٹیوں کی صورت میں برسرِ پیکار۔

مولوی صاحب موصوف اور ان کا گروہ تو اخرج منه اليزيديون کا مصداق ہے جس کی وضاحت کسی اگلے مضمون میں آئے گی۔ نیز بڑے چھوٹے کئے جائیں گے والے کشف کو بلند آواز سے سنا لاہے۔ لہٰذا وہ تو آپ کے کمرہ میں ٹھہرنے والا قرار نہیں پا سکتا۔ چہ جائیکہ وہ اس کمرہ میں چھت کے قریب بیٹھ سکے۔ مولوی صاحب اور ان کا فریق تو جماعت و مرکز سے کٹ کر مخالفوں کی آغوش میں جا بیٹھے ہیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کمرہ مرکز سے تعلق خود ہی ختم کر لیا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو اس کشف کا مصداق کیسے قرار دے سکتے ہیں۔

نیز مولوی صاحب موصوف حضرت اقدس علیہ السلام کے اس کشف کو کہ "آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ" کو اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں۔ اس کشف سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف حضرت اقدس علیہ السلام کے ساتھ بیٹھے ہوئے نہیں بلکہ الگ بتائے گئے ہیں۔ تو حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کو حسب سابق

ساتھ بیٹھنے کی دعوت دی ہے۔ مزید برآں مولوی صاحب حضور کی دعوت کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اور نہ ہی وہ حضور کے ساتھ بیٹھتے ہیں چنانچہ دوسری طرف مولوی صاحب خود ہی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص "خاموش رہتا ہے" تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ "جواب کی طرف توجہ نہیں کرتا" (لمحۂ فکریہ ص۲۸) مگر اس کے ساتھ ساتھ مولوی صاحب یہ بھی فرماتے جاتے ہیں کہ

"الہام میں حضرت صاحب کا مجھے اپنے ساتھ بٹھانا بتاتا ہے کہ میں کام وہی کر رہا ہوں جو مسیح موعود کا کام تھا" (لمحۂ فکریہ ص۲۷)

حالانکہ مولوی صاحب نے حضور کی دعوت کو خاموشی اور لاپرواہی سے ٹال دیا اور ساتھ نہیں بیٹھے۔ باوجود اس کے وہ ظاہر یہ کر رہے ہیں کہ کشف میں حضور نے ان کو اپنے ساتھ بٹھا لیا ہے اور وہ بیٹھ گئے ہیں۔

پس جب اس کشف میں مولوی صاحب خاموش رہے اور جواب کی طرف توجہ ہی نہ دی اور نہ ساتھ بیٹھے تو وہ آپکے کمرہ میں چھت کے قریب کس طرح بیٹھنے والے قرار پا سکتے ہیں۔ جس طرح مولوی صاحب نے کشف میں جواب سے پہلو تہی اختیار کر لی تھی اسی طرح ظاہر میں بھی عملاً مولوی صاحب نے وہی رویہ اختیار کر کے اس کشف کی حقیقت ظاہر کر دی

ایک اور بات بھی قابلِ توجہ ہے اور وہ یہ کہ مولوی صاحب موصوف اور ان کے گروہ کے چھت کے قریب بیٹھنے کی حقیقت ان کے اس اعتراف تنزل دستوط سے ظاہر ہے جو انہوں نے اپنے اور اپنے گروہ کے متعلق برسرِ عام کیا تھا۔ مولوی صاحب کس شکستہ دلی سے فرماتے ہیں کہ :-

"میں یہ بات بتلانا چاہتا ہوں جو ہمارے کام میں کمزوری کی وجہ ہوئی ہے۔ آپ شاید خیال کریں گے کہ میں بڑی بڑی وجوہات بیان کروں گا۔ نہیں۔ وہ بات بالکل مختصر ہے۔ ہم نے الوصیت کو تو عملی رنگ میں لے لیا اس پر اپنے انتظام کی بنیاد رکھی لیکن ہم نے اس کے عملی حصہ کی طرف توجہ نہ کی۔ موجودہ کمزوری اور سست رفتاری کی وجہ یہی فروگذاشت ہے.... ....جماعت نے الوصیت کے عملی حصہ کو اختیار کرنے میں عملی کمزوری دکھائی ہے اور اس کی وجہ سے خود کمزور ہو گئی ہے۔ اس بارہ میں سب سے زیادہ قصوروار وہ شخص ہے جو اس وقت تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ گناہ کے اس احساس کے ساتھ جو کہ ایک بدترین گنہگار کو ہو سکتا ہے۔ میں اس قصور اور کوتاہی کا اقرار کرتا ہوں کہ سب سے زیادہ کمزوری

میں نے دکھائی ہے۔"
(پیغام صلح لاہور ۱۴ جنوری ۱۹۳۷ء)

پس مولوی صاحب کا اپنا یہ اعتراف اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ جب وہ مسلک خدا کے رسول کے تختگاہ سے منقطع ہو کر حصہ کی وصیت کو ترک کر کے عملی کمزوری کا شکار ہو گئے تو وہ اس کشف میں چھت کے قریب بیٹھنے والے قرار نہیں پا سکتے۔ جو فریق مرکز کو چھوڑ کر اور الوصیت سے منہ موڑ کر آپ سے قطع تعلق کر چکا وہ کشف والے کمرہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اس کے چھت کے قریب بیٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے چھت کے قریب بیٹھنے کے متعلق وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ جو شخص خاموش رہتا ہے اور جواب کی طرف توجہ نہیں دیتا اور پاس آنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا وہ کمرہ میں کس طرح داخل ہو سکتا اور چھت تک کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ اور پھر وہ آپ کو پانچ ہزار فوج دینے کے لئے کس طرح تیار ہو سکتا ہے۔ وہ تو آپ سے روگرداں ہے۔ اس سے کوئی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ وہ تو آپ کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہا ہے۔ وہ تو مخالف ہے اس سے سپاہی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مولوی صاحب کا الوصیت سے بھاگ گئے اور نظام وصیت کو عملاً پس پشت ڈالنے کا اقرار اور اپنے قصور و کمزوری کا اعتراف ان کو اس کا مصداق قرار دینے سے روک رہا ہے۔

۴۔ کشف میں فِئَۃً قَلِیۡلَۃً سے مراد جماعت احمدیہ ہے اور فِئَۃً کَثِیۡرَۃً سے مخالف مراد ہیں۔ نیز بقول مولوی صاحب کمرہ والے دونوں فریقوں سے مراد جماعت کے دو حصے ہیں۔ لیکن اگر بقول مولوی صاحب موصوف کمرہ والے دو گروہوں میں سے چھت والا فِئَۃً قَلِیۡلَۃً اور زمین والا فِئَۃً کَثِیۡرَۃً ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابلہ پر ہیں اور ان میں سے چھوٹے گروہ نے دوسرے بڑے گروہ پر غلبہ پایا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ حضور ان دونوں کو ایک دوسرے کا دشمن قرار دیتے ہیں۔ اور ان دونوں کو آپس میں لڑانا چاہتے ہیں حالانکہ حضور کو چاہیئے تھا کہ ان دونوں میں صلح کراتے۔

۵۔ یہ بھی قابلِ غور امر ہے کہ اگر زمین والا گروہ ہی فِئَۃً کَثِیۡرَۃً اور دشمن ہے اور اس کے ساتھ جنگ کرنا مقصود ہے تو اس سے لاکھ فوج مانگنے کے کیا معنی۔ کیا دشمن سے بھی فوج مانگی جاتی ہے؟

۶۔ اگر چھت والے سے مراد ان کا گروہ ہے تو اس کے پاس تو لاکھ نہ تھے۔ صرف پانچ ہزار تھے۔ اس سے لاکھ کیونکر مانگے گئے۔ زمین والے گروہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تو اس کے پاس لاکھ فوج نہ تھی۔ اس سے لاکھ فوج تبھی مانگی جا سکتی تھی جبکہ اسے لاکھ والے ہی کا ساتھی سمجھا جاتے نہ کہ اس کا دشمن

۷۔ علاوہ ازیں اگر کمرہ والے مخالف گروہوں کا مقابلہ ہے تو زمین والے دشمن سے لاکھ کے لاکھ ہی لے کر جنگ کا معاملہ ہی ختم ہو جاتا تھا

۸۔ اور اگر زمین والے گروہ سے فوج لے کر چھت والے سے جنگ کرنا مقصود تھا تو وہ تو بقول مولوی صاحب حق پر ہے اس سے جنگ کے معنی ہی کیا۔

نیز چھت والے کے پاس تو صرف پانچ ہزار فوج ہے اور زمین والے کے پاس لاکھ۔ اگر انہی دونوں کا مقابلہ تھا تو زمین والے سے صرف پانچ ہزار والے کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک لاکھ فوج مانگنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے تو صرف پانچ ہزار بلکہ اس سے بھی کم کا مطالبہ ہونا چاہیئے تھا مگر ساتھ ہی پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک تو زمین والا گروہ ناحق پر ہے اس سے آپ کیوں فوج طلب کرتے ہیں

۹۔ پھر ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر کمرہ کے اندر والے دونوں فریق نے آپس میں جنگ کرنا تھی تو مخالفین جماعت سے مقابلہ اور ان سے فتح کا اس کشف میں کہاں ذکر ہے حالانکہ جماعت کا اصل مقابلہ تو ان سے ہے۔ اور انہیں پر فتح کا سوال ہے۔ غالباً مولوی صاحب موصوف ان کا ہم آغوش ہونے کی وجہ سے ان پر غلبہ کا کوئی ارادہ یا امید نہیں رکھتے خود تو ان میں مدغم ہو چکے ہیں اس لئے زیادہ تر فکر ان کو قادیانی جماعت ہی کا ہے اور اسی کا غم ان کو کھائے جا رہا ہے۔

پس حقیقت یہ ہے کہ فِئَۃً قَلِیۡلَۃً سے جماعت احمدیہ مراد ہے اور فِئَۃً کَثِیۡرَۃً سے مخالفینِ احمدیت مراد ہیں۔ ان پر فتح اور غلبہ پانے کے لئے حضرت اقدس علیہ السلام اپنی ہی جماعت کے دو حصوں سے باری باری فوج کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہ دو حصے قادیانی جماعت ہی کے ہیں۔ نہ کہ ایک قادیانی جماعت اور دوسرا فریق لاہور۔ فریقِ لاہور تو اپنی مخالفانہ روش کی وجہ سے نیز مرکزِ سلسلہ سے کٹ جانے اور مخالفوں کی آغوش میں چلے جانے کی وجہ سے جماعت کا حقیقی حصہ شمار نہیں ہو سکتا۔ پس کمرہ والے مولوی صاحب کے مسلمہ دو گروہوں سے مراد قادیانی جماعت کے دو گروہ ہیں جن میں سے ایک صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت ہے اور دوسرا گروہ تحریکِ جدید سے تعلق رکھتا ہے اور ان ہر دو گروہوں کے دو سردار ہیں۔ تحریک جدید کا الگ اور صدر انجمن کا الگ اور ان دونوں کے اوپر خلیفۂ وقت ہے جو مطالبہ کرتا ہے۔ جس نے مخالفین کو شکست دینے اور ان پر فتح حاصل کرنے کے لئے ان دونوں گروہوں سے لاکھ فوج کا مطالبہ کیا تو تحریکِ جدید والے سردار نے جماعت میں سے اپنی پانچ ہزاری فوج پیش کر دی جس نے صدر انجمن والے گروہ سے بڑھ کر قربانیاں پیش کر دیں۔ واقعات نے اس کشف کو قادیانی جماعت کے ذریعہ سے پورا کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائمقام اور یادگار نے مذکورہ مطالبہ کیا۔ اور اس مطالبہ کو صدر انجمن احمدیہ اور اس کے سرگروہ کی بجائے تحریک جدید اور اس کے سرگروہ نے پانچ ہزار خاص سپاہی پیش کر کے پورا کر دیا ہے۔ جنہوں نے دوسروں کے مقابلہ میں تحریکِ جدید والی مزید قربانیاں پیش کر کے چھت کے قریب مقام حاصل کر لیا۔

ان دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ صرف ایک قسم کا چندہ دیتا ہے یعنی چندہ عام یا چندہ وصیت۔ مگر دوسرا گروہ اس چندہ کے علاوہ تحریکِ جدید کا بھی چندہ ادا کرتا ہے لہٰذا جس مقام پر پہلا ہے دوسرا اس سے کہیں بڑھ کر بلند ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان میں سے ایک زمین پر ہے تو دوسرا چھت کے قریب ہے۔ پس اس کشف میں ان دونو کے دینی و دنیوی میلانوں کا ذکر نہیں، بلکہ ان کی قربانیوں کی نسبت بتائی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ چھت والا گروہ زمین والے گروہ سے ممتاز ہے۔ مولوی صاحب موصوف ایک طرف تو خود تسلیم کرتے ہیں کہ کمرہ والے دونوں فریق جماعت احمدیہ ہی کے دو گروہ اور سردار ہیں۔ مگر دوسری طرف وہ ان میں سے ایک گروہ کو حق پر قرار دے کر دوسرے گروہ کو دشمن قرار دے کر اس پر غلبہ کے خواہاں ہیں۔ حالانکہ وہ خود مانتے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے ان دونوں سے فوج کا مطالبہ کیا ہے۔ پھر ان میں سے کوئی گروہ دشمن کیونکر ہوا۔ کیا کوئی دشمن سے بھی فوج طلب کیا کرتا ہے۔ یہ مغالطہ مولوی صاحب موصوف کو اس لئے ہوا ہے کہ انہوں نے فِئَۃً کَثِیۡرَۃً جماعت احمدیہ کے ایک گروہ کو قرار دیا ہے حالانکہ اس سے مراد مخالفین جماعت ہیں۔ دوسری وجہ غلطی کی یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے فِئَۃً قَلِیۡلَۃً اپنے گروہ کو قرار دیا ہے حالانکہ اسے اس سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس سے مراد قادیانی جماعت ہی کا ایک فریق ہے جو مخالفین کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ پس فِئَۃً کَثِیۡرَۃً سے مراد دشمن ہے اور کمرہ کے اندر جو دو فریق ہیں ان سے جماعت قادیان کے دو حصے ہیں۔ ان دونوں حصوں میں سے جس کا تعلق پانچ ہزار کے ساتھ ہے اس کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں گو فِئَۃً قَلِیۡلَۃً ہے مگر انشاء اللہ اسی کے ذریعہ سے جماعت کو دشمن پر غلبہ اور فتح پہنچے گا۔ اور اس کا سردار مظفر و منصور ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جس منصور کا اس میں ذکر ہے وہ تحریکِ جدید کے ذریعہ سے کسی دوسرے وقت میں کسی اور رنگ میں بھی ظاہر ہو۔ وہ منصور حضور کو مولوی محمد علی صاحب کی شکل میں نہیں دکھایا گیا کہ ضرور اس سے وہی مراد ہوں

(باقی [illegible] پر)

دارالتبلیغ حیدرآباد دکن کے زیر اہتمام تبلیغی و تربیتی مساعی

بابت ماہ دسمبر ۱۹۶۲ء و جنوری ۱۹۶۳ء

مرتبہ مولوی محمد عمر صاحب مالاباری مبلغ حیدرآباد (آندھرا پردیش)

تبلیغی جلسے

عرصہ زیر رپورٹ میں تین تبلیغی جلسے زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ مختلف محلوں میں منعقد ہوئے

۱۔ مورخہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۶۲ء بروز ہفتہ آٹھ بجے شب زیر صدارت مکرم مولوی عبدالصمد صاحب فاضل جلال کوچہ میں منعقد ہوا۔ سب سے پہلے خاکسار نے سیرۃ النبی صلعم کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعض سبق آموز واقعات بیان کئے اور آنحضرت صلعم کے ذریعہ دنیا میں لائے گئے انقلاب کے بارہ میں تفصیل سے ذکر کیا۔ دوسری تقریر مکرم مولوی محمد صادق صاحب سیکرٹری تبلیغ کی تھی۔ آپ نے زیر عنوان صداقت مسیح موعود علیہ السلام عقلی اور نقلی دلائل سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو اس زمانے کا برحق امام ثابت کیا۔ اور مخالفین کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات کا بھی عمدہ پیرائے میں تسلی بخش جواب دیا۔

تیسری تقریر مکرم سید جعفر حسین صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ کی تھی۔ آپ کی پُراثر اور دلآویز تقریر نے جلسہ میں ایک عجیب کیفیت پیدا کردی۔ آپ نے اپنے قبول احمدیت کے واقعات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اس زمانہ کے تقاضا کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس دنیا میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ ظاہر ہوئی ہے۔ جو اس رحمت سے حصہ پا لیتا ہے وہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی فائدہ میں رہتا ہے۔

آخر میں مکرم صدر صاحب نے اپنی عالمانہ تقریر میں جماعت احمدیہ کے نصب العین کے بارہ میں بھی تفصیل سے ذکر فرمایا اور احمدی و غیر احمدی کے مابین امتیازات بیان فرماتے ہوئے بتایا کہ احمدیت ہی صحیح معنوں میں حقیقی اسلام ہے۔ صدارتی تقریر کے بعد جلسہ ٹھیک گیارہ بجے اختتام پذیر ہوا۔

دوسرا تبلیغی جلسہ محلہ شکر گنج میں مورخہ ۲۲ر دسمبر بروز ہفتہ رات کے آٹھ بجے خاکسار کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم میر احمد صادق صاحب ایم اے سیکرٹری ضیافت جماعت احمدیہ نے سیرۃ النبیؐ کے عنوان پر ایک مبسوط تقریر فرمائی جس میں آپ نے آنحضرت صلعم کے ظہور کے وقت گمراہی سے دنیا کی ابتر حالت اور آپؐ کے ذریعہ عظیم الشان روحانی انقلاب برپا ہونا اور رحمۃ للعالمین کا لقب پانا اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ آپؐ کی رحمت کا ظہور وغیرہ امور پر عمدہ طریق سے روشنی ڈالی۔

دوسری تقریر ایک نئے احمدی نوجوان مکرم محمد یوسف صاحب عادل منشی فاضل کی تھی۔ آپ نے جماعت احمدیہ کے متعلق پیدا شدہ بعض غلط فہمیوں کا تفصیل سے ذکر کر کے ان کا ازالہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے مسلمانوں میں مروجہ بعض غیر اسلامی رسومات مثلاً قوالی فاتحہ خوانی وغیرہ پر روشنی ڈالی۔

آخری تقریر مکرم سید جعفر حسین صاحب کی تھی۔ آپ نے اپنے مخصوص انداز و پُرجوش رنگ میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کی اتنی طاقت اور اتنا رعب تھا کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ان کے آگے جھک جاتی تھیں اور آج مسلمان دامن پھیلائے ہوئے چھوٹی چھوٹی حکومتوں سے بھیک مانگ رہے ہیں۔ وہ قوم جو تمام دنیا کی حاکم بن گئی تھی آج ہر جگہ ذلت کا منہ دیکھ رہی ہے۔ اور ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اُن سے تمام نعمتیں چھین کر انہیں پھر سے شراب خانوں سینماؤں اور تھیٹروں میں پہنچا دیا ہے۔ مسلمانوں کی اس گرتی ہوئی حالت کو دیکھ کر ان کی اصلاح کا دعویٰ کرتے ہوئے مختلف سیاسی پارٹیاں عمل میں آئیں۔ لیکن یہ سب پارٹیاں چند اشخاص کی مطلب برآری کے علاوہ امت محمدیہ کی بہبودی کے لئے کچھ نہیں کر سکیں۔ مگر اس پُر آشوب زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق مسلمانوں کی اصلاح کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا اگر مسلمان اپنی اس حالت کو سدھارنا چاہتے ہیں تو آپؑ کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں

اس تقریر کے بعد خاکسار کی صدارتی تقریر ہوئی جس میں قرآن کریم اور احادیث کی رُو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو واضح کیا گیا۔ آپ کی پاکیزہ زندگی، آپ کے کارنامے۔ پیشگوئیاں اور ان کا پورا ہونا وغیرہ امور کا ذکر کیا گیا۔

اس طرح یہ جلسہ گیارہ بجے شب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

تیسرا جلسہ مورخہ ۵ر جنوری ۱۹۶۳ء رات کے آٹھ بجے محلہ گلاب سنگھ میں ایک غیر احمدی دوست کے مکان میں زیر صدارت مکرم محمد عبداللہ صاحب بی ایس سی منعقد ہوا۔ مکرم محمد صادق صاحب مکرم سید جعفر حسین صاحب اور خاکسار نے مختلف عنوانوں پر تقریریں کیں۔ آخر میں صاحب صدر نے جماعت احمدیہ کا موقف۔ اس کے نصب العین۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت وغیرہ امور پر دلنشیں انداز میں روشنی ڈالی۔ یہ مؤثر اور دلچسپ تقریر ایک گھنٹہ تک جاری رہی اس طرح یہ جلسہ رات کے گیارہ بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ تمام حاضرین نے جن میں اکثریت غیر احمدیوں کی تھی پوری دلچسپی کے ساتھ تمام تقاریر سنیں۔

بین الاقوامی مذہبی کانفرنس میں خاکسار کی تقریر

حیدرآباد کے ایک دینی ادارہ دینداری انجمن آصف نگر کے زیر اہتمام ۵-۶-۷ر دسمبر کو ایک بین الاقوامی مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی۔ تین اجلاسوں پر مشتمل اس جلسہ میں حیدرآباد کے نامور مقررین کو مدعو کیا گیا تھا۔ ہمارے مشن میں بھی تقریر کرنے کی دعوت ملی۔ لہٰذا خاکسار ایک دوست کے ہمراہ جلسہ گاہ میں گیا۔ اور منتظمین جلسہ ہم دونوں کو سٹیج پر لے گئے اور صدر جلسہ مکرم مولانا سید قاسم صاحب امیر جماعت دیندار انجمن سے تعارف کرایا۔ سٹیج پر شریمان پی سی نرسیوان مراؤ زیر قانون حکومت آندھرا پردیش بشپ جان اے سبحان، پروفیسر محمد صلاح الدین صاحب سابق صدر شعبہ فلسفہ عثمانیہ جناب علی موسیٰ رضا صاحب بی اے بی ٹی اور دیگر معززین شہر تشریف فرما تھے۔ اس جلسہ میں خاکسار نے رحمۃ للعالمین کے موضوع پر نصف گھنٹہ تک تقریر کی۔ خاکسار نے موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی گمراہ کن حالت کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کی حفاظت اور اس کی تجدید کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مبعوث فرمایا ہے اور اسلام کی ترقی اور بہبودی آپؑ کے اور آپؑ کی قائم کردہ جماعت کے ساتھ وابستہ ہے۔

خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس تقریر کا سامعین پر اچھا اثر ہوا۔ اور تقریر ختم ہوتے ہی صاحب صدر نے مصافحہ کرتے ہوئے خاکسار کا اور جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا۔

تربیتی جلسے

حسب پروگرام عرصہ زیر رپورٹ میں تین تربیتی جلسے زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ منعقد ہوئے۔ پہلا اجلاس مورخہ ۳۰ر دسمبر بروز اتوار صبح ۱۱ بجے خاکسار کی زیر صدارت احمدیہ جوبلی ہال میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے مکرم محمد شمس الدین صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت، ارشد حسین صاحب۔ مکرم سید جعفر حسین صاحب ایڈوکیٹ مکرم محمد یوسف صاحب عادل منشی فاضل اور شیخ محمود احمد صاحب ظہیر آبادی نے مختلف تربیتی امور پر تقریریں کیں۔ صدارتی تقریر کے بعد ایک بجے یہ اجلاس ختم ہوا۔

دوسرا تربیتی جلسہ مورخہ ۱۳ر جنوری ۱۹۶۳ء بروز اتوار صبح گیارہ بجے زیر صدارت مکرم سیٹھ علی محمد الہ دین صاحب منعقد ہوا تلاوت و نظم کے بعد مکرم محمد صادق صاحب نے خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریوں کے متعلق تقریر کی۔ دوسری تقریر مکرم سیٹھ یوسف احمد الہ دین صاحب کی تھی۔ آپ نے عمدگی سے قادیان اور ربوہ کے جلسہ سالانہ کے کوائف اور اپنے تاثرات بیان کئے۔ اس کے بعد مکرم سید جعفر حسین صاحب اور مکرم میر احمد صادق صاحب ایم اے نے مختلف تربیتی عنوانوں پر کیں۔ مکرم سید جعفر حسین صاحب کی تقریر اخبار بدر کی ایک گزشتہ اشاعت میں شائع ہو چکی ہے۔ آخر میں مکرم صدر صاحب نے بھی قادیان اور ربوہ کے اپنے سفر کے بعض ایمان افروز واقعات سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا

تیسرا تربیتی جلسہ مورخہ ۲۰ر جنوری خاکسار کی زیر صدارت منعقد ہوا اس میں مکرم محمد شمس الدین صاحب مکرم محمد یوسف صاحب عادل، مکرم شیخ محمود احمد صاحب ظہیر آبادی اور مکرم خواجہ عبدالحمید صاحب انصاری قائد مجلس خدام الاحمدیہ نے حسب موقعہ مختلف تربیتی امور پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا آخر میں خاکسار نے خدام الاحمدیہ کے فرائض اور ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی تقریر میں سے جو کہ آپ نے گذشتہ اجتماع خدام الاحمدیہ میں فرمائی تھی۔ بعض ضروری اقتباسات پڑھ کر سنائے۔

اس عرصہ میں لجنہ اماء اللہ اور اطفال الاحمدیہ کے دو دو تربیتی جلسے ہوئے۔ جن میں جماعت کے اکثر بچوں اور خواتین نے شرکت کی۔

حضرت اقدس کی ٹیپ ریکارڈ تقریر

مکرم چودھری مبارک علی صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن جلسہ سالانہ سے واپس تشریف لاتے ہوئے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقریر جو کہ حضور نے ۱۹۵۹ء کے جلسہ سالانہ میں فرمائی تھی کا ٹیپ ریکارڈ لائے تھے۔ مورخہ ۲۷ر جنوری بروز اتوار چار بجے شام اس غرض کے لئے ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ حضور اقدس کی مقدس و مبارک آواز سننے کے لئے تمام احمدی احباب اور مستورات بہت ہی اشتیاق سے قبل

(باقی [illegible] پر)

بھارت کے مختلف مقامات پر یوم مصلح موعود کی مبارک تقریب

پر کامیاب جلسے

حیدر آباد

جماعت احمدیہ حیدر آباد و سکندر آباد کے زیر اہتمام مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۶۳ء شام کے تین بجے یوم مصلح موعود کی تقریب احمدیہ جوبلی ہال میں زیر صدارت محترم جناب سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد و سکندر آباد منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن و نظم کے بعد مکرم محمد عبد اللہ صاحب بی ایس سی۔ ایل ایل بی۔ نے پیشگوئی مصلح موعود کے پس منظر پر ایک واضح تقریر کی جس میں انبیاء علیہم السلام اور مختلف مذاہب کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مصلح موعود کے متعلق ائمہ اسلام کی پیشگوئیوں کا ذکر کیا۔ اور ان مخصوص حالات کا ذکر کیا جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مصلح موعود کی بشارت دی گئی۔ آخر میں پیشگوئی کا متن پڑھ کر سنایا۔

دوسری تقریر مکرم چوہدری مبارک علی صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن کی تھی جس میں آپ نے پیشگوئی کی مختلف علامتوں کی تشریح کرتے ہوئے خصوصاً "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا" وغیرہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوتے سیدنا محمود ایدہ اللہ پر ان علامات کو چسپاں کیا۔ اس ضمن میں آپ نے شمالی و جنوبی ہند میں بعض نام نہاد مدعیان پر اتمام حجت کے طور پر یہ بیان کیا کہ وہ تو اپنے گھروں میں بھی شہرت نہیں رکھتے کجا یہ کہ زمین کے کناروں تک شہرت پائیں۔

تیسری تقریر خاکسار نے برکات خلافت کے موضوع پر کرتے ہوتے سورج اور چاند کی مثال سے واضح کیا کہ انبیاء کے گذر جانے کے بعد جب تاریکی پھیل جاتی ہے تو چاند کی طرح خلافت کا نور چمکتا ہے نیز یہ کہ انبیاء تخم ریزی کرنے آتے ہیں اور وہ تخم خلافت کے ذریعہ ہی پھلتا پھولتا ہے۔ آخر میں خلفاء کے ذریعہ رونما ہونے والی برکات کا ذکر کرکے ان امور کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر چسپاں کیا۔

آخر میں مکرم چوہدری مبارک علی صاحب فاضل نے سورۂ لقمان کے بعض ضروری تربیتی مضمون کا ترجمہ سنا کر مختصر تشریح بیان کی۔ دعا کے بعد ساڑھے چھ بجے یہ جلسہ ختم ہوا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے حاضری توقع سے زیادہ تھی۔ صرف احمدی احباب مع مستورات ساڑھے تین صد سے اوپر تھے۔

خاکسار محمد عمر ملاباری مبلغ حیدرآباد

کیرنگ۔ اڑیسہ

مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۶۳ء بعد نماز مغرب جلسہ یوم مصلح موعود کی کاروائی خاکسار کے زیر صدارت جامع مسجد احمدیہ کیرنگ میں عمل میں آئی تلاوت قرآن اور نظم کے بعد مکرم یٰسین خان صاحب نے "زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا" کے عنوان پر تقریر کی جس میں مصلح موعود کے ذریعہ تبلیغی مشنوں کے قیام، مبلغین کی مساعی اور تعمیر مساجد بیرون ممالک وغیرہ پر روشنی ڈالتے ہوتے سیدنا محمود ایدہ اللہ کو اس کا مصداق قرار دیا

دوسرے نمبر پر مکرم فیاض الدین صاحب پوسٹ ماسٹر نے "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے الہامی فقرہ پر مختلف حیثیات سے بحث کرکے بتلایا کہ یہ علامت صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میں ہی پائی جاتی ہے

تیسری تقریر جناب کرم علی صاحب نے "مبشر اولاد" کے موضوع پر کی جس میں مصلح موعود کے متعلق چند پیشگوئیوں کا ذکر کرکے ثابت کیا کہ وہ مبشر اولاد میں سے بھی ہیں اور مصلح موعود بھی ہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب

آخر میں خاکسار نے "دعا کا ثمرہ مصلح موعود" کے موضوع پر تقریر کرکے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر ہوشیارپور چلہ کشی اور دعاؤں پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ اور بتلایا کہ پردہ عالم پر اس طرح کی تین دعاؤں کے نتائج آئے ہیں۔ ایک حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے نتیجہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود۔ دوسرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعودؑ۔ اور تیسرے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کے نتیجہ میں مصلح موعود کا وجود دنیا نے دیکھا۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات، والہامات، کشوف و رؤیا اور دیگر دلائل سے ثابت کیا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے واحد مصداق ہمارے موجودہ امام جماعت احمدیہ ہی ہیں

آخر میں خاکسار نے تمام احباب کرام سے حضور پرنور ایدہ اللہ کے لئے پھر دردمند دعا کی اپیل کی کہ خدا تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عاجلہ کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔ اس طرح ساڑھے آٹھ بجے شب یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

خاکسار سید محمد موسیٰ مبلغ کیرنگ

موسے بنی مائینز

مرکزی ہدایت کے مطابق یہاں ۲۰-۲-۶۳ کو یوم مصلح موعود منایا گیا۔ صدارت کے فرائض خاکسار نے سرانجام دئے۔ تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد جناب مبارک احمد خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے سوانح پڑھ کر سنائے اس کے بعد جناب عطاء الرحمٰن خان صاحب اور جناب شیخ ابراہیم صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے مختلف کارناموں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ آخر میں خاکسار نے اپنی صدارتی تقریر میں مصلح موعود کی پیشگوئی کو اڑیہ زبان میں سنایا اور مختصر طور پر اس کے پورا ہونے کا ثبوت دیا۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت قمر الانبیاء کے لئے دعا کی تحریک کی رات کے پونے نو بجے جلسہ برخاست ہوا۔ اس جلسہ میں کافی تعداد میں مرد و زن شامل ہوئے جلسہ کے بعد سامعین کی تواضع کا بھی انتظام کیا گیا۔

خاکسار محسن خان مبلغ سلسلہ

کوٹ پلہ اڑیسہ

جماعت احمدیہ کوٹ پلہ نے بعد نماز مغرب منشی عبد الغفار صاحب نائب صدر کی زیر صدارت یوم مصلح موعود منانے کے لئے جلسہ منعقد کیا۔ تلاوت و نظم کے بعد خاکسار نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کی۔ اس کے بعد مولوی سید فضل عمر صاحب مبلغ نے پیشگوئی مصلح موعود پر ایک عمدہ تقریر کی۔ اس کے بعد صدر جلسہ نے حضرت مصلح موعود کے احکام پر عمل کرنے کی تلقین کی اور دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی جلسہ میں شرکت کی۔

خاکسار شیخ عبد الستار قائد مجلس خدام الاحمدیہ۔ کوٹ پلہ اڑیسہ

لکھنؤ

مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۶۳ء بروز بدھ بعد نماز تراویح زیر صدارت مکرم حاجی عبد القیوم صاحب سیکرٹری تبلیغ و تعلیم و تربیت بر مکان مکرم سیٹھ خیر الدین صاحب مرحوم جلسہ مصلح موعود منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد خاکسار نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کرکے تقریر کی۔ انبیاء علیہم السلام کے قبولیت دعا کے نشانات و معجزات بیان کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر ہوشیارپور اور چالیس روزہ چلہ اور پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق تفصیل سے بیان کیا۔ اور ثابت کیا کہ حضور کی یہ پیشگوئی حرف بحرف سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ پر چسپاں ہوتی ہے۔ اور یہ بیان کیا کہ کس طرح حضور کے ذریعہ سے دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام و احمدیت ہوئی۔ اور مساجد کا قیام عمل میں آیا۔ اور قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم شائع ہوئے۔ آخر پر حضور کے لئے دعا کی تحریک اور اجتماعی دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

خاکسار منظور احمد مبلغ لکھنؤ

جمشید پور (بہار)

جلسہ مصلح موعود زیر صدارت محترم امیر صاحب مقامی بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد مکرم عبد المجید صاحب نے بعنوان "شانِ مصلح موعود" تقریر کی اس کے بعد مکرم عبد الحی صاحب نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر اپنی ذمہ داریوں کے موضوع پر حاضرین جلسہ کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی اور تبلیغ پر پورا زور دینے کی تلقین کی۔

بعد ازاں صاحب صدر نے پیشگوئی کے پس منظر کے موضوع پر تقریر کرتے ہوتے غیر مسلموں پر اسلام و احمدیت کی صداقت کو ثابت کیا۔ نیز جماعت کو اس کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ بعد دعا جلسہ برخاست ہوا۔

خاکسار سید حمید الدین سیکرٹری تبلیغ

آسنور (کشمیر)

۲۰ فروری کو زیر صدارت مولانا مولوی عبد الواحد صاحب فاضل جلسہ مصلح موعود منعقد کیا گیا۔ تلاوت قرآن پاک اور نظم کے بعد خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی درباره مصلح موعود کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے واقعات کے ثابت کیا کہ کس طرح سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجود میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعوےٰ فرما کر زمانے پر احسان کیا ہے۔

اس تقریر کے بعد مکرم مولوی عبد الواحد صاحب صدر جلسہ نے "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے موضوع پر تقریر فرمائی اور کئی جہت سے حضور کی ذات میں اس نشان کا پورا ہونا ثابت کیا۔ اسی طرح فاضل مقرر نے حضور کے ظاہری و باطنی علوم سے پر کئے جانے کی خوب زوردار الفاظ میں وضاحت فرمائی آخر میں حضور کی صحت و درازیٔ عمر کے لئے لمبی دعا پر جلسہ برخاست ہوا

خاکسار سعید احمد ڈار نائب صدر آسنور

درخواست دعا

میرے بچے عزیز سید محمد احمد سیکرٹری مال و قائد مجلس خدام الاحمدیہ جمشید پور قریباً ایک سال سے بیمار ہیں۔ رمضان المبارک کے شروع میں تکلیف زیادہ ہوگئی ہے اور ڈاکٹروں نے تشویش کا اظہار کیا ہے۔

جملہ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ عزیز کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے خاص طور پر دعا کرکے ممنون فرماویں۔

والدہ محمد احمد (اہلیہ مولوی محمد سلیمان صاحب پراونشل امیر بہار) جمشید پور

وصایا

نوٹ :- وصایا منظوری سے قبل اخبارات میں اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی شخص کو کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر ہذا کو مطلع کرے ——————— سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

وصیت نمبر ۱۳۳۴۷ - میں زینب بیگم بنت راجہ منظور خاں صاحب قوم راجپوت مسلمان پیشہ زمینداری عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن شنگرہ براڑی ڈاکخانہ دانہ پورا گام ضلع اننت ناگ صوبہ کشمیر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶ر نومبر ۱۹۶۲ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :-

میری موجودہ جائداد ایک پیش مادی (بھیڑ مادہ) قیمت بیس روپیہ ہے اور زیور از قسم چاندی پچیس تولے اس کی قیمت مبلغ ایک سو روپیہ ہے اور حق مہر مبلغ پانچ سو روپیہ جو کہ بذمہ خاوند ہے میں اس تمام جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور کرتی ہوں۔ اگر اس کے علاوہ کوئی جائداد پیدا ہوگی تو اس پر بھی یہ وصیت شرح مذکورہ صدر کے مطابق حاوی ہوگی۔ میرے مرنے کے بعد بھی میری جو جائداد ثابت ہو اس جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ زینب بیگم دختر راجہ منظور خاں صاحب۔ گواہ شد راجہ منظور خاں والد موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد گل خاں ولد محمد خاں شوہر موصیہ سند براڑی۔ گواہ شد عبدالرحیم مبلغ جماعت احمدیہ کنہ پورہ۔

وصیت نمبر ۱۳۳۴۹ - میں رحمۃ بی بی زوجہ یار محمد قوم پٹھان پیشہ خانہ داری۔ عمر ۳۴ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن پینکال۔ ڈاکخانہ نیا پٹنہ ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۶۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :-

(۱) زیور طلائی ڈیڑھ تولہ بازاری قیمت -/۲۱۰ روپیہ (۲) زیور نقرئی چالیس تولہ بازاری قیمت -/۲۰ روپیہ (۳) دو عدد بھیڑ اور ایک بکری قیمت -/۴۰ روپیہ (۴) مہر بذمہ خاوند چار صد پچاس روپیہ میزان -/۸۰۰۔ اس ساری جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں مزید کوئی جائداد پیدا کروں یا کمی بیشی ہو اس کی اطلاع صدر انجمن احمدیہ کو دیتی رہوں گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو اس رقم یا اس جائداد کی نسبت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائداد ہوگی اس پر بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ رحمۃ بی بی موصیہ گواہ شد یار محمد خاوند موصیہ دستخط بحروف اڑیہ۔ گواہ شد سید فضل عمر کٹکی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ۲/۶۲ گواہ شد حمید خان سیکرٹری مال جماعت احمدیہ پینکال۔

وصیت نمبر ۱۳۳۵۰ - میں محمد الیاس ولد سیٹھ شیخ حسن صاحب مرحوم قوم شیخ پیشہ تجارت عمر چوبیس سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن یادگیر ڈاکخانہ خاص ضلع گلبرگہ صوبہ میسور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰ر دسمبر ۱۹۶۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری اس وقت جائداد غیر منقولہ حسب ذیل ہے :- (۱) ایک عدد مکان سکنی واقع محلہ دستگیر پیٹ قیمتی تقریباً بیس ہزار روپیہ -/۲۰۰۰۰ (۲) ایک عدد مکان بشکل کارخانہ بیڑی بنام کارخانہ ۲۶۹ قیمتی تخمیناً بائیس ہزار روپیہ -/۲۲۰۰۰ (۳) زمین زرعی تری چار ایکڑ قیمتی تخمیناً پانچ ہزار روپیہ -/۵۰۰۰ (۴) زمین زرعی خشکی دس ایکڑ قیمتی تخمیناً تین ہزار روپیہ -/۳۰۰۰ - میزان پچاس ہزار روپیہ -/۵۰۰۰۰۔ میں اپنی اس مذکورہ بالا جائداد غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور کرتا ہوں۔ میری وفات کے وقت میری جو جائداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرا گذارہ اسی جائداد کی آمد پر ہے جو تخمیناً -/۶۰۰ روپیہ ماہوار ہے۔ میں اس کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار تا زیست ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد محمد الیاس ولد سیٹھ شیخ حسن صاحب مرحوم یادگیر ۲۰/۱۲/۶۲ گواہ شد بدرالدین عامل درویش ولد چوہدری عبدالغنی صاحب سکنہ قادیان ضلع گورداسپور ۲۰/۱۲/۶۲ گواہ شد مولوی سراج الحق انسپکٹر بیت المال ولد منشی عبدالحق صاحب سکنہ قادیان ضلع گورداسپور ۲۰/۱۲/۶۲

وصیت نمبر ۱۳۳۴۸ - میں سی پی علی کٹی ولد محی الدین صاحب کٹی قوم موپلہ پیشہ ملازمت عمر ۴۶ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۴ء ساکن پینگاڑی ڈاکخانہ خاص ضلع کنانور صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴/۱۲/۶۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :- (۱) میری اس وقت کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے (۲) میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت دفتر وقف جدید کی طرف سے -/۵۵ روپیہ ماہوار ملتا ہے۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی آمد نہیں ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی آمد یا جائداد پیدا کروں تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز میرے مرنے پر بھی جو جائداد ہو اس کے دسویں حصہ کی بھی وصیت کرتا ہوں۔ اگر کوئی رقم مبعہ جائداد میں ادا کر دوں تو وہ وصیت کردہ جائداد سے مجرا کی جائے گی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ میرے مرنے پر جو بھی جائداد ثابت ہو اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ العبد سی پی علی کٹی ولد محی الدین کٹی سکنہ پینگاڑی حال قادیان ۴/۱۲/۶۲ گواہ شد قریشی محمد شفیع عابد درویش موصی ۹۲۹۳ قادیان ۲۴/۱۲/۶۲ - گواہ شد ایم عبد السلام ولد کے محمد کنجو صاحب تیونکرا کیرالہ Thevalakara P.O ۲۴/۱۲/۶۲

وصیت نمبر ۱۳۳۵۲ - میں حبیبہ خاتون زوجہ خلیل الدین احمد خاں قوم سید۔ پیشہ خانہ داری عمر تیس سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن پارن پدا ڈاکخانہ Marsaghai ضلع پوری صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹/۱۲/۶۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری جائداد حسب ذیل ہے :- (۱) طلائی ہار ایک عدد وزن ڈیڑھ تولہ قیمت موجودہ -/۱۸۰ روپیہ۔ (۲) کان کے ایرنگ دو عدد طلائی وزن چھ ماشہ قیمت موجودہ -/۷۲ روپیہ (۳) انگوٹھی طلائی ایک عدد وزن ۲½ ماشہ قیمت موجودہ -/۳۰ روپیہ (۴) ہاتھ کے کڑے دو عدد طلائی وزن ایک تولہ ۵½ ماشہ قیمت موجودہ -/۲۱۰ روپیہ (۵) ناک کا بیسر طلائی ایک عدد۔ ناک کا بولاک طلائی ایک عدد ہر دو کی قیمت -/۳۰ (۶) ناک کے پھول دو عدد طلائی قیمت موجودہ -/۱۲ روپیہ۔ (۷) چاندی کے پازیب دو عدد وزن دس تولہ قیمت موجودہ -/۲۰ روپیہ۔ (۹) ایک عدد کھاٹ قیمت موجودہ -/۱۰۰ روپیہ (۱۰) ایک عدد الماری قیمت موجودہ -/۶۰ روپیہ۔ (۱۱) ایک عدد ٹیبل قیمت موجودہ -/۸ روپیہ (۱۲) ایک عدد کرسی قیمت موجودہ -/۶ روپیہ (۱۳) برتن قیمتی -/۴۰ روپیہ (۱۴) ٹرنک سوٹ کیس بکس قیمت موجودہ -/۲۰ روپیہ (۱۵) میرے خاوند نے مہر مبلغ -/۱۵۰۰ روپیہ کے عوض ایک ایکڑ زمین دی ہے قیمت موجودہ -/۲۰۰۰ روپیہ

میں اپنی ساری جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ مذکورہ بالا جائداد کے علاوہ میرے شوہر مجھے جیب خرچ کے طور پر -/۵ روپیہ ماہوار دیتے ہیں اس کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ آئندہ بھی میں جو جائداد یا آمد پیدا کروں اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات کے وقت میری جو جائداد ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ سیدہ حبیبہ خاتون گواہ شد خلیل الدین احمد خاں خاوند موصیہ گواہ شد احقر سید منظور احمد احمدی والد موصیہ

برائے داخلہ مدرسہ احمدیہ

احباب جماعت توجہ فرمائیں

صدر انجمن احمدیہ قادیان مبلغین سلسلہ کی ضرورت کے پیش نظر ہر تعلیمی سال کی ابتداء میں مولوی فاضل کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے طلباء کا داخلہ مدرسہ احمدیہ میں کرتی رہی ہے۔ لہٰذا امسال بھی اس ضرورت کی تکمیل کے لئے طلباء درکار ہیں۔ اس لئے احباب جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان سے درخواست ہے کہ اپنے بچوں کو مدرسہ احمدیہ کے داخلہ کے لئے مرکز میں بھیجیں۔ داخلہ فارم نظارت ہذا سے ۲۵ر مارچ تک حاصل کر کے مکمل خانہ پری کے بعد ۲۰ر اپریل ۱۹۶۳ء تک نظارت ہذا کو پہنچ جانا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور قابل توجہ و ضروری ہیں :-

۱- بچے کی تعلیم کم از کم مڈل اسٹینڈرڈ تک ہونی لازمی ہے۔

۲- بچہ اردو زبان بخوبی لکھ پڑھ سکتا ہو

۳- نیز قرآن کریم ناظرہ روانی سے پڑھ سکتا ہو

نوٹ :- صدر انجمن احمدیہ کی جانب سے چار وظائف بھی مقرر ہیں جو طالب علم کی ذہنی، اخلاقی تعلیمی اور اقتصادی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے دئے جائیں گے۔ خواہشمند احباب مقررہ تاریخ تک فارم پر کر کے نظارت ہذا کو ارسال فرما دیں۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

اعلانِ نکاح و درخواست دعا

محترم حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر مقامی قادیان (جو ان دنوں بریلی تشریف لے گئے ہوئے ہیں) نے بریلی سے تحریر فرمایا ہے کہ میرے چچا زاد برادر نسبتی قریشی محمد ناصر صاحب ولد قریشی محمد طاہر صاحب آف بریلی کا نکاح مکرمہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت مکرم داروغہ عنایت حسین خاں صاحب آف چیلی بھیت سے دو ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھا گیا۔ اور اس خوشی میں بطور شکرانہ مبلغ چالیس روپے بطور شادی فنڈ اور چار روپیہ بطور اعانت بدر بھجوائے گئے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ رشتہ ہر لحاظ سے بابرکت ہو۔ نکاح حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان نے پڑھایا ہے۔

مرزا وسیم احمد قائمقام امیر مقامی قادیان

خبریں

کلکتہ - ۱۱ر مارچ - کشمیر اور دوسرے متعلقہ مسائل کے متعلق بھارت اور پاکستان میں بات چیت کا جو تھا دور آج کلکتہ میں شروع ہو جائے گا - بات چیت تین دن جاری رہے گی - بھارتی وفد کے رہنما سردار سورن سنگھ وزیر ریلوے منتری ہوں گے جب کہ پاکستانی وفد کی رہنمائی وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کریں گے - سردار سورن سنگھ بھارتی وفد کے باقی ممبروں کے ساتھ آج کلکتہ پہونچ گئے - پاکستانی وفد منگلوار کو ڈھاکہ سے کلکتہ آئے گا - کلکتہ کانفرنس کو فیصلہ کن سمجھا جا رہا ہے -

ڈھاکہ - ۱۱ر مارچ - پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر بھٹو نے آج پریس کانفرنس میں کہا کہ بھارت کا یہ الزام غلط ہے کہ پاکستان نے سرحدی معاہدہ کے ماتحت چین کو وہ وسیع علاقہ دے دیا ہے جو پاکستان کے پاس تھا - انہوں نے کہا کہ شری نہرو نے الزام لگایا ہے کہ پاکستان نے چین کو ۱۳ ہزار مربع میل علاقہ دے دیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ بھارت چین کے ساتھ بات چیت کے ذریعہ جو کچھ حاصل کرنا چاہتا تھا وہ حاصل نہ کر سکا - مگر پاکستان کو معاہدہ کرنے سے کہیں زیادہ علاقہ مل گیا - انہوں نے کہا بھارت ایسے علاقوں پر بھی چین کا دعوےٰ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا جو اس کے قبضہ میں نہ تھے - انہوں نے ان نقشوں کو بھی غلط قرار دے دیا جن میں سرحدی مقاموں کے سلسلہ میں سرحدی پوزیشن دکھائی گئی تھی -

ڈھاکہ - ۱۱ر مارچ - آج پاکستان کی قومی اسمبلی میں بھارت سے پاکستانی مسلمانوں کے اخراج کے مسئلہ پر بحث ہوئی - اور بہت سے ممبروں نے اپنی تقاریر میں بھارت کے خلاف زہر اگلا - ایک ممبر نے کہا کہ پاکستان سرکار کو چاہئے کہ یہ مسئلہ اتحادی کی سبھا میں پیش کرے - اور اس کے پناہ گزینوں کے ادارے سے کہا جائے کہ وہ ان پاکستانیوں کو [illegible] میں مدد دے -

نئی دہلی - ۱۱ر مارچ - بھارت کے صدر ڈاکٹر رادھا کرشنن آئندہ مئی میں افغانستان کے چار دن کے سرکاری دورہ پر جائیں گے -

کراچی - ۱۰ر مارچ - افغانستان کے وزیر اعظم سردار داؤد خاں نے استعفیٰ دے دیا ہے - اور شاہ افغانستان نے آپ کا استعفیٰ منظور کر لیا ہے - اور وزیر معدنیات ڈاکٹر محمد یوسف کو نئی وزارت بنانے کی دعوت دی ہے

بغداد - ۱۱ر مارچ - آج ایک فوجی عدالت میں عراقی فوجوں کے پچیس افسروں اور ایک سویلین کو سزائے موت کا حکم سنایا ان پر نئے انقلاب کی مزاحمت کا الزام تھا

دمشق - ۱۱ر مارچ - سیریا کی نئی حکومت نے فوجوں کو حکم دیا ہے کہ اگر ملک میں کوئی اور مظاہرہ ہو تو اسے طاقت سے توڑ دیا جائے -

بغداد - ۱۱ر مارچ - ریڈیو بغداد نے اعلان کیا ہے کہ عراق نے پانچ عرب ممالک کی متحدہ کمان قائم کرنے کی تجویز رکھی ہے یہ تجویز سیریا، متحدہ عرب ری پبلک، الجزائر اور یمن کو پیش کی گئی ہے - عراق نے تجویز کیا ہے کہ پانچوں ممالک ایک معاہدہ کریں جس کے ماتحت اگر کوئی سامراجی ملک ان میں سے کسی ایک پر حملہ کرے یا حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے رجعت پسندانہ سازش ہو تو دوسرے ملکوں کی فوجیں مداخلت کر سکیں -

نئی دہلی - آسٹریلیا کے ہائی کمیشن کی طرف سے جاری کردہ پریس نوٹ کے مطابق آسٹریلیا نے بھارت کو دی جانے والی فوجی امداد میں اضافہ کا اعلان کیا ہے - جس کے مطابق بھارت کو بیس لاکھ پونڈ امداد دی جائے گی -

پیکنگ - ۱۱ر مارچ - نیو چائنا نیوز ایجنسی کے مطابق چین اور روس کی کمیونسٹ پارٹیاں بین الاقوامی کمیونزم کے متعلق اہم سوالات پر باہمی بات چیت کی ضرورت پر متفق ہو گئے ہیں -

لنڈن - ۱۱ر مارچ - برطانیہ کے سرکردہ اخبار "سکاٹسمین" نے اپنے ایک اداریہ میں لکھا ہے کہ اگر چین نے ہندوستان پر دوبارہ حملہ کیا تو وہ آسانی سے کامیاب نہیں ہو سکے گا - آغاز میں ہندوستان کی طرف سے جن فوجی کمزوریوں کا اظہار ہوا وہ اسی وقت کے لئے تھیں - دوبارہ حملے کی صورت میں برطانیہ اور امریکہ بھی حرکت میں آ جائیں گے -

درخواستہائے دعا

۱- ابرار محمد صاحب مسکرا ضلع ہمیر پور کا بیٹا عزیز نور محمد پیٹ کے عوارض سے بیمار ہے - احباب کرام بچے کی صحت و درازی عمر اور خادم دین ہونے کیلئے دعا کریں

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

۲- میرا بھانجا عزیزم نسیم احمد گوجرانوالہ میں تانگہ کے حادثہ میں زخمی ہو گیا ہے عزیز کی صحت کاملہ عاجلہ کے دعا کی جائے -

قاضی عبد الحمید خوشنویس قادیان

۳- میرا نسبتی بھائی وثیق الدین اور بھانجا عزیزم نصیر احمد امتحان دے رہے ہیں ان دونوں کی کامیابی کے لئے نیز میری نمایاں ترقی کے لئے دعا کی جائے -

خاکسار سیف الدین - بالاسور اڑیسہ

عید مبارک کے تحفے

عید الفطر کے موقعہ پر جناب ناظر صاحب امور عامہ قادیان کی طرف سے جناب بخشی غلام محمد صاحب وزیر اعظم کشمیر اور جناب جنرل شاہنواز صاحب ڈپٹی وزیر ریلوے نئی دہلی کی خدمت میں مبارکباد بھجوائی گئی تھی ہر دو کی طرف سے مندرجہ ذیل خط شکریہ کے موصول ہوئے ہیں :-

وزیر اعظم جموں و کشمیر کیمپ سرینگر

۲۸ر فروری ۱۹۶۳ء

پیارے دوست !

عید الفطر کے مبارکباد کے پیغام پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور مبارکبادی کے اپنی جذبات کا اپنی طرف سے اظہار کرتا ہوں

نیک تمناؤں کے ساتھ آپ کا مخلص

دستخط غلام محمد بخشی

ڈپٹی وزیر ریلوے انڈیا - نئی دہلی

۲۸ر فروری ۱۹۶۳ء

میرے پیارے ناظر صاحب !

میں آپ کے عید الفطر کے مبارکباد کے پیغام کا بہت شکرگذار ہوں اور اپنی طرف سے بھی مبارکبادی کا پیغام دیتا ہوں -

آپ کا مخلص

شاہ نواز خاں

علاقہ جموں و پونچھ میں سوشل برائیوں کی روک تھام اور ملک و قوم کی خدمت کے سلسلہ میں

احمدی مبلغین کے عالمانہ لیکچروں کی صدائے بازگشت

۶ر جنوری ۱۹۶۳ء بروز اتوار بوقت دس بجے صبح آل جموں کشمیر سوشل سدھار سبھا جموں کی ورکنگ کمیٹی کا ایک خصوصی اجلاس گھکھڑاں جنج گھر تلک راج روڈ جموں میں زیر صدارت ڈاکٹر ایل سی گپتا صاحب منعقد ہوا جس میں موجودہ حالات کے پیش نظر ملک اور قوم کی خدمت کے لئے سوچ بچار ہوا - اور چند ریزولیشن پاس کئے گئے - ان میں سے ریزولیشن نمبر ۶ کی نقل حسب ذیل ہے :-

"مکرم مولانا سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی اور محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس سے ڈاکٹر ایل سی گپتا صاحب نے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی تقاریر میں سوشل برائیوں کے انسداد پر بھی عوام کو تلقین فرمائیں - چنانچہ اول الذکر مولانا صاحب نے ماہ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں جموں شہر اور پونچھ شہر میں مختلف موضوعات پر آٹھ تقاریر فرمائیں اور موخر الذکر مولانا صاحب نے ماہ نومبر دسمبر ۱۹۶۲ء میں جموں شہر اور پونچھ کے علاقہ میں ایک درجن مختلف موضوعات پر تقاریر فرمائیں جیسا کہ بابو محمد یوسف صاحب سیکرٹری سبھا ہذا جو ہر دو مولانا صاحبان کے ساتھ Attach تھے نے بتایا کہ مولانا صاحبان کی عالمانہ تقاریر ہوئیں جن کو عوام نے بہت ہی پسند کیا اور ان تقاریر میں انہوں نے سوشل برائیوں کی روک تھام کے سلسلہ میں بھی کافی وعظ و نصیحت فرمائی - جس کے لئے سبھا ہذا حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان کا شکریہ ادا کرتی ہے "

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

درخواستِ دعا

مکرم عبد القادر صاحب موضع گونا تحصیل راجوری اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے گاؤں میں یعنی سلواہ اور گورسائی میں بخار اور زکام کی بیماری وبائی صورت اختیار کر چکی ہے جس سے کئی جانیں تلف ہو چکی ہیں ہم سب اس بیماری میں مبتلا ہیں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو صحت بخشے اور بیماری کو دور فرمائے نیز ایک مخالفِ احمدیت نے انکے خلاف ایک مقدمہ دائر کر رکھا ہے اس میں بریت کے لئے دعا کی جائے

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان